خلافت راشدہ میں عدالتی ادارے

تحریر: جناب محفوظ احمد ایسوسی ایٹ پروفیسر (اسلامیات) گورنمنٹ تعلیم الاسلام کالج چناب نگر (ربوہ) ضلع جھنگ۔

اسلامی نظام میں عدل کو ایک مرکزی حیثیت حاصل ہے اس لیے قرآن مجید اور احادیث رسول ﷺ میں اس کو بہت اہمیت دی گئی ہے۔اس اہمیت کے پیش نظر اسلامی ریاست کے فرائض میں سے ایک اہم فرض عدل وانصاف کا قیام ہے اس فرض کو ادا کرنے کے لیے تاریخ اسلام میں ابتداء سے ہی یہ دارا ے قائم کیے گئے۔

ا۔ **دیوان المظالم**: اس سے مراد وہ ادارہ ہے جہاں مظالم یعنی فوجداری بالخصوص حقوق کے غصب سے متعین مقدمات پیش ہوتے۔

۲۔ **دیوان القضاء**: مظالم کے علاوہ مقدمات کی سماعت کا ادارہ بالفاظ دیگر دیوان القضاء میں دیوانی مقدمات کی سماعت ہوتی۔

۳۔ **دیوان الاحتساب**: یہ دیوان اسلامی ریاست کے شہریوں کی اخلاق و مذہب اور معاشیات کے دائرہ میں نگرانی کرتا۔

۴۔ **دیوان الشرطہ**: صدر اسلام میں یہ دیوان براہ راست عدالتی ادارے کے طور پر تو کام نہ کرتا البتہ مذکورہ بالا تینوں اداروں کو اپنے فرائض کی ادائیگی میں معاونت کرنے کے علاوہ نظم و نسق اور حفاظت عامہ کا کام کرتا اسے تینوں عدالتی دیوانوں کا معاون ادارہ کہا جاسکتا ہے۔

زیر نظر مقالہ میں ان اداروں کا اختصار سے تعارف پیش کرنے کے علاوہ انکے باہمی امتیازات و خصائص تحریر کیے جائیں گے۔اسکے علاوہ خلفائے راشدین کے دور میں ان اداروں کے کردار اور طریق کار پر بھی روشنی ڈالی جائے گی۔

دیوان المظالم

دیوان المظالم سے مراد وہ ادارہ ہے جو ظالم کو جبراً عدالت میں پیش کر کے مظلوم کو انصاف فراہم کرے۔

الماوردی (م ۴۵۰ھ) اور ابو یعلی (م ۴۵۸ھ) کے نزدیک دیوان المظالم سے مراد وہ ادارہ ہے۔

سے :نظر المظالم ہو قود المتظالمین الی التنا صف بالرھبة وزجرا لمتنازعین عن التجا ھد با الھیبة (۱)

جو آپس میں ظلم و تعدی کرنے والے ہر دو فریق کو جبراً اور دبدبے کے ساتھ انصاف کے لیے پیش کرے اور فریقین کو حکومت کے دبدبے کے ذریعہ انکار اور گریز سے باز رکھے۔

محمد سلام مدکور نے دیوان المظالم کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔

ھی سلطة قضایة اعلی من سلطة القاضی والمحتسب فھی تنظر من ال منازعات مالا ینظره القاضی بل ھی تنظر ظلامة الناس منه فھی و ظیفه ممتز جة من سطوة السلطانیة و نصفة القضاء وھی فی اصل و صفھا داخلة فی القضاء و یسمی ستولیھا صاحب المظالم و ینظر والیھا ظلامات الناس من الولاة والجباة والحکام اومن ابناء الخلفاء والامراء والقضاة (۲)

یہ ایک عدالتی اختیار ہے جو ایک قاضی اور محتسب کے اختیار سے بالاتر ہے۔ والی مظالم لوگوں کے ظلم اور ناانصافیوں کا جائزہ لیتا ہے اور ایسے تنازعات کا بھی جائزہ لیتا ہے جسکا قاضی نہیں لے سکتا دراصل یہ دیوان حکومت اور قضاء دونوں کا مرکب ہے اگرچہ یہ اپنی ساخت کے لحاظ سے قضاء میں داخل ہے لیکن اسکے متولی کو صاحب المظالم کہا جاتا ہے وہ والیوں ٹیکس وصول کنندگان' حکام' خلفاء' امراء اور قاضیوں کے متعلقین اور انکی اولاد کی جانب سے ہونے والی ناانصافیوں کا جائزہ لیتا ہے اور ان کا تدارک کرتا ہے۔

ان تعریفات کے مطابق اسلام کے اس عدالتی ادارے میں صرف وہ مقدمات پیش ہوتے جن کا تعلق ظلم وجور سے ہوتا اسکا مرتکب خواہ سرکاری ملازم ہو یا عام شہری۔ امراء و حکام سے اس کا تعلق ہو یا رعایا سے۔ ماوردی کے مطابق ناظر المظالم ان مقدمات کی سماعت کرتا تھا۔

۱۔ تحصیل داروں کا محاصل کی وصولی میں زیادتی کرنا۔
۲۔ سرکاری رجسٹروں میں کمی و بیشی یا تغیر و تبدل کرنا۔
۳۔ سرکاری ملازمین کا عوام پر بلاجواز ظلم و تشدد کرنا۔
۴۔ تنخواہوں کی تقسیم میں بددیانتی کرنا یعنی تنخواہوں کا کم دینا یا تاخیر سے دینا۔
۵۔ اموال مغصوبہ کی واپسی' (غاصب خواہ کوئی بھی شخص ہو)
۶۔ اوقاف کی نگرانی۔
۷۔ دیوان القضاء کے ان فیصلوں کی تنفیذ جنہیں قاضی اپنی کمزوری یا محکوم علیہ کی قوت و طاقت

کی بنا پر نافذ کرنے سے قاصر ہو۔

۸۔ دیوان الاحتساب کی اللہ فرائض کی ادائیگی میں معاونت جن کی انجام دہی سے وہ عاجز ہوں۔

۹۔ عبادات ظاہرہ (جمعہ 'عیدین 'حج اور جہاد وغیرہ) کی اقامت۔ (۳)

۱۰۔ فریقین مقدمہ اور ان کے فیصلے کے متعلقہ توجہ دینا۔ (۴)

حضرت علی مرتضیٰؓ وہ پہلے خلیفہ ہیں جنہوں نے اپنی خلافت کے نصف آخر میں دیوان المظالم کا آغاز کیا لیکن خلیفہ عبدالملک بن مروان (۶۵ھ۔۸۶ھ) نے دیوان المظالم کو باقاعدہ منظم کیا اور مظالم سماعت کے لیے خود وقت متعین کرنے کے علاوہ قاضی ابوادریس الازدی کو پہلا قاضی المظالم مقرر کیا۔ (۵)

دیوان القضاء

قضاء کا لغوی و اصطلاحی مفہوم

قضاء اصل میں قضای (۶) تھا۔ قواعد صرف کے مطابق الف کے بعد ؛ی ؛آنے سے ؛ی ؛کو الف کے ساتھ تبدیل کر دیا گیا۔ قضاء جمع اقضیۃ اور قضایا آتی ہے۔ عربی لغت میں قضاء کا لفظ ان معانی میں استعمال ہوتا ہے

۱۔ حکم دینا (۷) : جیسے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

؛وقضی ربک الا تعبدوا الا ایاہ ؛(۸)

تیرے رب نے حکم دیا ہے کہ تم صرف اسی عبادت کرو۔

۲۔ پیدا کرنا (۹) سورۃ حم سجدہ میں ہے۔

فقضاھن سبع سموت فی یو مین (۱۰)

پس سات آسمانوں کو دو دنوں میں پیدا کیا۔

۳۔ پورا کرنا (۱۱) جیسے فرمایا گیا

فاذاقضیتم مناسککم فاذکرواالله (۱۲)

پس جب تم حج کے مناسک پورے کر لو تو پھر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو

۴۔ عمل کرنا (۱۳) جیسے سورۃ طہٰ میں ہے۔

فاقض ما انت قاض (۱۴)

تو کر جو تجھے کرنا ہے۔

۵۔ موت :(۱۵) جیسے کہا جاتا ہے۔

فلان قضی نحبه (۱۶)

فلاں مر گیا گویا اس نے دین سے اپنا معاملہ الگ کر لیا۔

۶۔ فیصلہ کرنا (۱۷) جیسے ارشاد ربانی ہے۔

والله یقضی بالحق والذین یدعون من دونه لایقضون بشی (۱۸)

اللہ تعالی حق سے فیصلہ کرتا ہے اور وہ جن کو اللہ تعالی کے سوا پکارتے ہیں وہ کچھ بھی فیصلہ نہیں کرتے۔

اصطلاحی میں قضاء سے مراد فریقین کے تنازع کا فیصلہ کرنا ہوتا ہے

بقول ابن خلدون (م ۸۰۸ھ)

؛منصب الفصل بین الناس فی الخصومات حسماً للتداعی و قطعًاللتنازع ـــــ(۱۹)

منصب قضاء سے مراد لوگوں کے جھگڑوں کا اس طرح فیصلہ کرنا ہے کہ جھگڑے ہمیشہ کے لیے جڑ کٹ جائے مگر فیصلے کے لیے لازمی ہے یہ وہ کتاب وسنت کے مطابق ہو۔

اسلام میں خلافت و حکومت کا قضاء سے گہرا ربط ہے اس لیے اسے فرائض خلافت میں تسلیم کیا گیا۔

صدر اسلام میں رسول ﷺ اور خلفائے راشدین نے مدینہ میں اس منصب کو خود سنبھالا دیگر صوبوں میں مقرر کردہ عامل بھی اس فرض کو خود ادا کرتے جب کہ دیگر اہم شہروں میں قاضی مقرر کیے گئے۔امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ نے جب حضرت ابو موسی اشعریؓ کو کوفے کا قاضی مقرر فرمایا تو آپؓ نے اپنے ایک مکتوب میں قضاء اھمیت اس طرح بیان فرمائی۔

؛فاما القضاء فریضة محکمة و سنة متبعة (۲۰)

قضاء ایک زبردست فرض اور قابل اتباع سنت ہے اس لیے اس فرض کو سوچ سمجھ کر انجام دو اور انصاف کا دامن کبھی نہ چھوڑو۔

اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان سے پہلے قاضی ہی ہر قسم کے مقدمات سماعت کرتا لیکن اس کے بعد عام قاضی اور قاضی مظالم کا الگ الگ تقرر عمل لایا جانے لگا۔ اس لیے ان دونوں می دیوانوں میں انتظامی لحاظ سے فرق قائم کیا گیا۔

دیوان المظالم اور دیوان القضاء میں فرق

دیوان المظالم اور دیوان القضاء میں درج ذیل امور مابہ الامتیاز ہیں۔

۱۔ فریقین کے اختلاف کو ختم کرنے، صلح پر مجبور کرنے اور ظالموں کو ظلم سے روکنے کے لیے ضروری ہے کہ ناظر المظالم قرآن و حدیث میں مہارت رکھنے کے علاوہ قوی، باھیبت اور دبدبے والا ہو۔ جب کہ قاضی کا ایسا ہونا ضروری نہیں بلکہ قاضی کے لیے قرآن و حدیث میں مہارت تامہ حاصل ہونے کے علاوہ قوت اجتھاد کا ہونا ضروری ہے جیسا کہ حدیث معاذؓ میں وضاحت گئی ہے۔

۲۔ ناظر المظالم فریقین کو ڈرا، دھمکا کر اور قرائن و شواہد حالیہ سے کام لے کر تفتیش و تحقیق واقعات اور حق و باطل میں امتیاز کر سکتا ہے جب کہ قاضی ایسا نہیں کر سکتا۔

۳۔ ناظر المظالم کا دائرہ کار امور واجبہ سے گذر کر جائز امور پر بھی مشتمل ہو سکتا ہے لہذا وہ قول و عمل دونوں کے لحاظ سے وسیع الاختیار ہوتا ہے جب کہ قاضی ایسا نہیں کر سکتا۔

۴۔ ناظر المظالم اس ظالم تادیب و اصلاح بھی کر سکتا ہے جس کا ظلم کرنا اسے معلوم ہو اگرچہ اسکی عدالت میں اسکا مقدمہ دائرہ نہ کیا گیا ہو جب کہ قاضی ایسا نہیں کر سکتا۔ وہ صرف اسی مقدمہ کے فیصلہ کرنے کا مجاز ہے جو اس عدالت میں رجسٹر ہو۔

۵۔ اگر مقدمہ بابت زیادہ تحقیق و تنقیح ضرورت ہو اور امید ہو کہ حالات غور و فکر سے واضح ہو جائیں گے تو ناظر المظالم تصفیہ میں تاخیر کر سکتا ہے جب کہ قضاء میں اگر فریق مقدمہ تصفیہ چاہتا ہو تو قاضی تاخیر نہیں کر سکتا۔

۶۔ ناظر المظالم مناسب سمجھے تو فریقین کو مصالحت پر مجبور کر سکتا ہے جب کہ قاضی فریقین کو رضامندی کے بغیر ایسا نہیں کر سکتا تھا۔

۷۔ اگر فریقین انصاف و اعتراف حقوق پر آمادہ نہ ہوں تو پولیس حراست میں دے کر مقدمہ نوعیت کے مطابق ضمانت ہو تو ضمانت پر رہا کر سکتا ہے۔ تاکہ ادائے حقوق اور ایک دوسرے تکذیب سے باز آ کر انصاف قبول کر لیں۔

۸۔ گواہوں کے بیانات اگر مشکوک و مشتبہ ہوں تو ناظر المظالم ان سے حلف لے سکتا ہے نیز شک کو دور کرنے کے لیے گواہوں تعداد میں اضافہ بھی کر سکتا ہے جب کہ قاضی ایسا نہیں کر سکتا۔

۹۔ اگر گواہ مجہول الحال ہوں اور عدالت قضاء کے نزدیک ناقابل شھادت ہوں تو ناظر المظالم ایسے گواہوں سے بھی شھادت لے سکتا ہے جب کہ قاضی ناقابل شھادت گواہوں شھادت نہیں سن سکتا

۱۰۔ فریقین کے تنازعہ کو معلوم کرنے کے لیے ناظر المظالم ابتداء میں ہی گواہوں کے بیانات سن

سکتا ہے جب کہ قاضی مدعی سے گواہ طلب کرتا ہے اور مدعی کے کہنے پر ان سے بیانات سنتا ہے۔
۱۱۔ ناظر المظالم کسی مقدمہ کا فیصلہ ذاتی علم کے مطابق کر سکتا ہے لیکن قاضی اپنے ذاتی علم کے مطابق مقدمہ کا فیصلہ نہیں کر سکتا بلکہ گواہوں کی گواہی کے مطابق فیصلہ کرنے کا پابند ہوتا ہے (۲۳)۔

دیوان الاحتساب

احتساب کا لغوی و اصطلاحی مفہوم:

عربی لغت میں احتساب کا مادہ ح۔س۔ب بیان کیا جاتا ہے اور یہ درج ذیل معانی میں استعمال ہوتا ہے۔

۱۔ حساب کرنا (۲۴): سورۃ رحمٰن میں ہے

؛والشمس والقمر بحسبان ؛(۲۵)

سورج اور چاند کے لیے ایک حساب ہے۔

۲۔ تنگ کرنا۔ جیسے کہا جاتا ہے ؛حاسبته ای ضایقته ؛(۲۶)۔

یعنی میں نے اس کو تنگ کیا۔

۳۔ کافی ہونا‘ عربی میں کہا جاتا ہے ؛حسبک الدرھم ای کفاک ؛(۲۷)

تیرے لیے یہ درہم کافی ہیں۔

۴۔ جزاء وبدلہ و محاسبہ کرنا (۲۸) جیسے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا‘

؛من حاسب نفسه فی الد نیا لم یحاسب الله یوم القیمة(۲۹)؛

جس نے دنیا میں اپنا محاسبہ کیا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کا محاسبہ نہیں کرے گا۔

۵۔ اجر و ثواب کے لیے کام کرنا (۳۰) جیسے رمضان المبارک کے روزوں کے متعلقہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا‘

؛من صام رمضان ایمانا واحتسابا غفرله ماتقدم من ذنبه ؛(۳۱)

جس نے ایمان اور اجر و ثواب نیت سے رمضان کے روزے رکھے اسکے پچھلے تمام گناہ معاف ہو گئے۔

دیوان الاحتساب کے لیے کتب فقہ میں بالعموم حسبہ کا لفظ استعمال ہوا ہے جب کہ یہ فریضہ انجام دینے والے محتسب کہلاتا ہے۔

اسلامی مفکرین نے احتساب کی متعدد تعریفیں بیان کی ہیں۔

چند اہم تعریفات پیش ہیں۔
ماوردی اور ابو یعلی نے احتساب کی تعریف ان الفاظ میں ہے۔
؛ھوامر بالمعروف اذاظھر ترکہ ونھی المنکر اذاظھر فعلہ ؛(۳۲)
یعنی نیکی کا حکم جب اس کا ترک ظاہر ہوا اور برائی سے روکنا جب اس کا ارتکاب ظاہر ہو۔
امام غزالی (م۵۰۵ھ) نے احتساب کی یہ تعریف کی ہے۔
؛عبارۃمن المنع عن منکر لحق اللہ صیانۃ للممنوع عن مقارفۃ المنکر (۳۳)
احتساب سے مراد یہ ہے کہ حقوق سے متعلق کسی منکر کے ارتکاب سے روکنا تا کہ مرتکب جس کو روکا جارہا ہے وہ اس برائی کے ارتکاب سے رک جائے۔
عبدالرحمٰن شیرزی (م۵۸۹ھ) نھایۃ الرتبہ میں احتساب کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے۔
؛امرا بمعروف و نھیا عن منکر واصلاحًا بین الناس ؛(۳۴)
نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا اور لوگوں کے درمیان صلح و صفائی کرانا
ابن الاخوۃ (م۷۲۹ھ) نے بھی معالم القربۃ میں بھی یہی تعریف نقل کی ہے (۳۵)
ابن خلدون (م۸۰۸ھ) نے مقدمہ میں احتساب کی بڑی جامع تعریف نقل کی ہے۔
؛ھی وظیفہ دینیۃ من باب الامربالمعروف والنھی عن المنکر۔(۳٦)
یہ ایک دینی منصب ہے جس کا تعلق امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے ہے۔
حاجی خلیفہ (م۱۰٦۷ھ) نے کشف الظنون میں احتساب کی بڑی مفصل تعریف کی ہے۔
ھوعلم باحث عن الامور الجاریۃ بین اھل البلد من معاملا تھم اللاتی لایتم التمدن بدونھا من حیث اجراء ھا علی قانون العدل بحیث یتم التراضی بین المعاملین و عن سیاستہ العباد بنھی المنکر و امرالمعروف بحیث لایودی الی مشاجرات و تفاخر بین العباد بحسب ماراہ الخلیفہ من الزجر والمنع و مبادیہ بعضھا فقھی و بعضھا امورستحسانیۃ ناشئۃ عن رای الخلیفۃ (۳۷)
یہ وہ علم ہے جو اہل شہر کے درمیان ہونے والے ان معاملات سے بحث کرتا ہے جن کے بغیر تمدن مکمل نہیں ہو سکتا۔ ان معاملات کے اجراء سے اس علم میں بحث ہوتی ہے جو عدالتوں میں نافذ ہو سکتے ہیں جن کے بارے میں فریقین میں باہمی رضامندی پائی جاتی ہو یا جن کے بارے عوام اصلاح اور (حسب ضرورت) زجر و توبیخ بھی ہوتی ہے اس کام کے لیے لوگوں کو برائی سے روکا جاتا ہے اور اچھائیوں کا حکم دیا جاتا ہے تا کہ ان کے معاملات میں نہ تو کوئی جھگڑا پیدا ہو سکے اور نہ لوگ ایک دوسرے

سے بلاوجہ آگے بڑھنے کوشش کریں اس میں حکومت کو یہ صوابدید حاصل رہتی ہے کہ لوگوں کس طرح روکا اور باز رکھا جائے اس کے بعض اصول و قواعد فقہی ہیں اور بعض استحسان پر مبنی ہیں جن کے بارے حکومت کو ہی فیصلہ کرنے کا اختیار ہوتا ہے۔

دور جدید کے ایک شامی استاد محمد المبارک (م ۱۴۰۲ھ) نے احتساب کے متعلق یہ تحریر کیا ہے۔

هي رقابة ادارية تقوم بها الدولة عن طريق مئوظفين خاصين على نشاط الافراد فى مجال الاخلاق والدين والاقتصاد اى فى المجال الاجتماعى بوجه عام تحقيقا للعدل والفضيلة و فقا للمبادى المقررة فى الشرع الاسلامى و للاعراف المالوفة فى كل بيئة وزمن (۳۸)

یعنی یہ ایک ایسا نگران ادارہ ہے جسے حکومت قائم کرتی ہے اور خاص ملازم اس کو چلاتے ہیں اس ادارے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اخلاق و مذھب اور معاشیات کے دائرہ میں افراد کی سرگرمیوں کی نگرانی کی جائے یعنی ان کی عام اجتماعی سرگرمیوں کی نگہداشت ہو تاکہ انصاف اور اعلیٰ اقدار کو بھی عملی طور پر بروئے کار لایا جاسکے اور اس معاملے میں اسلامی شریعت اور مختلف زمانوں اور علاقوں میں جو معروف اور پسندیدہ طریقے رائج ہیں ان روشنی میں اس اہم کام کو سرانجام دیا جاسکے۔

بہر حال دیوان الاحتساب اسلام کا وہ عدالتی ادارہ ہے جس میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے علاوہ تمدنی سرگرمیوں کی نگہداشت ہوتی ہے۔

علماء اسلام نے محتسب کے فرائض اور اس عدالت میں پیش ہونے والے مقدمات نوعیت کے متعلق یہ تحریر کیا ہے۔

۱۔ رمضان المبارک میں سر عام کھانے پینے سے روکنا۔
۲۔ جاہلوں کو عالم کہلوانے سے باز رکھنا۔
۳۔ عام مقامات پر غیر مرد و عورت کے میل جول کو روکنا۔
۴۔ اشیاء میں ملاوٹ روک تھام کا انتظام کرنا۔
۵۔ دھوکہ دہی اور ناپ تول میں کمی کا سدباب کرنا۔
۶۔ عطائیت کا خاتمہ کرنا۔
۷۔ ملازموں سے زیادہ کام لینے پر پابندی عائد کرنا۔
۸۔ کرائے پر چلنے والی گاڑیوں میں سے زیادہ مسافروں کو نہ بیٹھنے دینا۔
۹۔ کہانت اور نجومیوں (غیر شرعی) کاروبار پر کنٹرول کرنا۔

۱۰۔ پیمانوں، اوزان اور سکوں جانچ پڑ تال کرنا۔

۱۱۔ ناجائز منافع خوری کا سدباب کرنا۔(۳۹)

دیوان الاحتساب کے ان فرائض کو دیکھنے سے یہ واضح ہوتا ہے یہ ادارہ اسلام کے عدالتی اداروں میں کتنا اہم ادارہ تھا۔

دیوان المظالم اور دیوان الاحتساب میں مشابہت

اگرچہ دیوان الاحتساب دیوان المظالم اور دیوان القضاء کے درمیان ایک محکمہ ہے لیکن پھر بھی دیوان المظالم اور دیوان الاحتساب میں دو طرح کی مشابہت ہے۔

معالم القربہ میں ہے۔

؛احد هما ان موضوعهما مستقر علی الرهبة المختصة بسلاطة و قوة الصرامة والثانی جواز التعرض لاسباب المصالح والتطلع الی انكار العدوان الظاهر (۴۰)

(۱) پہلی مشابہت یہ کہ دیوان المظالم اور دیوان الاحتساب دونوں میں سلطنت کا رعب اور ہیبت کا دخل ہے۔

(۲)۔ دوسری مشابھت یہ ہے کہ ان دونوں کا مقصد عوام کو ظلم و ستم سے روکنا اور امن قائم کرنا ہے۔

دیوان المظالم اور دیوان الاحتساب میں فرق

دیوان المظالم اور دیوان الاحتساب میں ان دو پہلووں سے یہ فرق ہے بقول ماوردی،

؛اماالفرق احد هما ان النظر فی المظالم موضوع لما عجز عنه القضاة والنظر فی الحسبة موضوع لمارفه عنه القضاة ولذلک كانت رتبة المظالم اعلی ورتبة الحسبة اخفض ؛(۴۱)

اول ان دونوں دیوانوں میں پہلا فرق یہ ہے کہ محکمہ مظالم ان امور کو انجام دیتا ہے جن کی انجام دہی سے قاضی عاجز ہوں اور محکمہ احتساب ان امور کو طے کرتا ہے جن سے قاضیوں کو روک دیا جاتا ہے۔

دوم۔ ناظر المظالم مرتبہ کے لحاظ سے اعلی ہے اور محتسب ادنی۔ اس لیے کہ ناظر المظالم قاضی اور محتسب کو فرمان بھیج سکتا ہے جن کہ محتسب ناظر المظالم کو فرمان نہیں بھیج سکتا۔

دیوان الشرطة

شرطہ کی لغوی واصطلاحی تحقیق

شرطہ کو اردو یا انگریزی میں پولیس کہا جاتا ہے۔ لفظ شرطہ ش۔ر۔ط سے بنا ہے۔ شرط[۱] جمع شروط اور شرائط کے آتی ہے۔ جب کہ شرطہ کی جمع شرطٌ ہے۔

علامہ زمخشری (م ۵۳۸ھ) نے شرطہ کا معنی نقل کرتے ہوے لکھا ہے۔

؛الشرطة نخبة الجيش التى تشهد الوقعته او لاسموا بذلک لانهم يشترطون انفسهم للهلكة ؛(۴۲)

شرطہ سے مراد وہ منتخب سپاہی ہیں جو میدان جنگ میں آگے آگے ہوتے ہیں اور اپنے مرنے شرط عائد کرتے ہیں۔

ابن منظور الافریقی (م ۷۱۱ھ) نے لسان العرب میں شرطہ کا معنی یہ نقل کیا ہے۔

شرطہ مجاہدین کی اس جماعت کو کہا جاتا ہے جو جنگ میں ہراول دستے کی طرح آگے بڑھتا ہے اور اپنے اوپر یہ شرط عائد کرتا ہے۔

؛وتنشرط شرطة الموت الى متعاقدون على ان لا يفروا ولوماتوا؛(۴۳)

وہ یہ شرط عائد کرتے ہیں کہ وہ مر جائیں گے لیکن پیچھے نہیں ہٹیں گے اس طرح وہ دستہ جان بازی لگا دیتا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۴ھ) اور امام قسطلانی (م ۹۲۳ھ) نے لکھا ہے

؛شرطة كل شى خياره ومنه الشرط لانهم نخبته الجند و قيل هم اول طائقه تتقدم الجيش وتشهد الوقعة ؛(۴۴)

شرطہ کے معنی منتخب شے کے ہیں اس لیے لشکر کے منتخب دستے کو شرطہ کہا جاتا ہے اور یہ مفہوم بھی بیان کیا گیا ہے کہ شرطہ سے مراد وہ دستہ ہوتا ہے جو لشکر میں آگے بڑھے اور وہ جان بازی لگا دے۔

زبیدی (م ۱۲۰۶ھ) نے شرطہ کا معنی ؛طائفة من اعوان الولاة ؛(۴۵) بیان کیا ہے یعنی بادشاہوں کا معاون گروہ۔

ای۔ ڈبلیو لین نے شرطہ کا معنی یہ بیان کیا۔

"The Choice men of the army,and such as compose the first position of"

army that is present in the war or fight and prepare for death."(46)
شرطہ سے مراد فوج کے وہ منتخب شدہ لوگ اور فوج اولین صفوں میں لڑنے والوں فوجیوں کی جماعت ہے جو جنگ میں موجود رہیں یا لڑنے کے لیے تیار ہوں۔

ان تمام معانی کا خلاصہ یہ ہے کہ شرطہ سے مراد مجاہدین کی وہ جماعت ہے جو فوج کے آگے آگے ہو اور وہ جان کی بازی لگا دے۔

اس مفہوم وضاحت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں یہ بیان کیا گیا کہ فتح قسطنطنیہ کے وقت مسلمان رومیوں کے مقابلے میں اپنے اوپر یہ شرط عائد کریں گے

؛لا ترجع الا غالبه :(۴۷)
وہ صرف فتح یاب ہو کر ہی لوٹیں گے۔

اصطلاح میں شرطہ سے مراد وہ جماعت ہے جس کے ذمہ ملک کے نظم و نسق اور حفاظت عامہ کام سونپا جائے۔(۴۸)

شرطہ کا تاریخی پس منظر

انسانی زندگی کے ساتھ ہی پولیس کا تصور بھی ملتا ہے لیکن اس وقت نہ تو باقاعدہ فورس تھی اور نہ ہی محکمہ شکل میں موجود تھا بلکہ قبیلہ یا خاندان کا سربراہ اپنے بھروسے کے چند باصلاحیت اور صحت مند نوجوانوں کا انتخاب کر کے ان کے سپرد حفاظت اور امن و امان کا کام سونپ دیتا۔ سب سے پہلے فراعین(فرعون جمع) مصر نے اپنے خاص آدمیوں کے ذریعہ پولیس کا کام لیا۔

حضرت عیسیٰؑ پیدائش سے قبل سیزر گٹس نے روم ایک خصوصی پولیس فورس قائم تھی جو ۳۵۰ برس تک قائم رہی۔ کہا جاتا ہے کہ اس وقت بھی کچھ حکمرانوں نے پولیس کے ذریعہ اپنے اقتدار کو مستحکم رکھنے کوشش اور عام آدمی حفاظت اور بھلائی طرف کم ہی توجہ دی(۴۹)

اسلامی تاریخ میں حضور اکرم ﷺ اور بعض خلفائے راشدین نے مدینہ منورہ میں چند ایسے امور سرانجام دیے جن کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ امور بعد میں پولیس کو فرائض حیثیت تفویض کیے گئے۔

عہد رسالت میں ان امور ادائیگی کرنے والے کو کوئی خاص نام نہیں دیا گیا اور نہ ہی اس مقصد کے لیے کوئی مخصوص جماعت مقرر گئی۔

رسول اکرم ﷺ خود بازار میں جا کر اشیاء جانچ پڑتال کرتے تاکہ یہ دیکھا جائے کہ بازار اشیاء دھوکہ دہی اور فریب کے ساتھ تو فروخت نہیں جارہیں ؟اس کے علاوہ آپ ﷺ نے مجرموں کو پکڑنے کا حکم دیا اور بعض جرائم میں مجرموں کو حبس (قید) سزا بھی دی گئی۔ حضرت قیسؓ بن سعد کو آپ ﷺ نے اس کام پر مامور کیا کہ وہ مجرم کو پکڑیں 'ماریں یا محبوس کریں۔ انہی فرائض بنا پر حضرت انس بن مالکؓ نے آپ کو صاحب الشرطۃ سے تشبیہ دی چنانچہ جامع ترمذی میں روایت ہے۔

؛عن انس ان قیس بن سعد کان یکون بین یدی لنبی ﷺ حد بمنزلة صاحب الشرط من الا منیر۔(۵۰)

حضرت انس سے روایت ہے کہ حضرت قیس بن سعدؓ رسول اکرم ﷺ کے آگے بمنزلہ سپاہی کے تھے جو امیر کے آگے ہوتا ہے۔

تاریخ اسلام میں امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ پہلے خلیفہ ہیں جن کے عہد میں دیوان الشرطہ باقاعدہ طور پر معرض وجود میں آیا۔ آپ نے حضرت قدامہ بن مظعونؓ اور حضرت ابو ھریرہؓ کو شرطہ کے فرائض تفویض کیے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ (جو عہد فاروقی میں کوفہ کے قاضی تھے) (۵۱) کو ایک جرم اطلاع ملی تو آپ نے فوراً مجرموں کو گرفتار کرنے کے لیے شرطہ کو روانہ کیا(۵۲)

بقول شبلی نعمانی(م ۱۹۱۴ھ) پولیس کا شعبہ مستقل طور پر حضرت عمرؓ فاروقؓ کے عہد خلافت میں قائم کیا گیا۔

اس وقت اس شعبے کا نام ؛دیوان الاحداث ؛ تھا اور پولیس افسر کو ؛صاحب الاحداث ؛ کہا جاتا تھا۔(۵۳) مدینہ منورہ میں حضرت عمر فاروقؓ ان فرائض کو خود انجام دیتے۔ الفتح الربانی میں ہے۔

حضرت ورقہ بن عبداللہ نے اپنے ایک غلام اور لونڈی کو مدبر کیا (یعنی وہ دونوں آپ وفات کے بعد آزاد ہو جائیں گے) ان دونوں نے ورقہ کا گلا گھونٹ دیا اور فرار ہو گئے۔ ان قاتلوں کے بارے حضرت عمر فاروقؓ نے اعلان فرمایا:۔(۵۴)

فلا یئو ویھما احد ومن و جد ھما فلیات بھما فاتی بھما فصلبا فکان اول مصلوبین

کوئی شخص انہیں پناہ نہ دے اور جس کو یہ مل جائیں وہ پکڑ کر لے آئے چنانچہ پکڑے جانے پر ان دونوں کو پھانسی دی گئی اور (تاریخ اسلام میں) یہ پہلے افراد ہیں جنہیں پھانسی دی گئی۔۔

حضرت علیؓ کے دور میں صاحب الشرطہ ہر وقت آپ کے پاس موجود رہتے اور آپ کے احکام تنفیذ بھی ان کے ذمہ تھی (۵۵) ؛عامل الشرطہ ؛ اصطلاح بھی آپ ہی کے دور میں وضع کی گئی۔

مسند احمد میں روایت ہے۔

؛عن علی انه بعث عامل شرطة فقال له اتدری علی مابعثک علی ما بعثنی علیه رسول الله ﷺ ان انحت کل یعنی صورة وان اسوی کل قبر ۔(۵٦)

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے اپنے شرطہ (۵۷) کو ایک کام کے لیے بھیجا اور کہا کیا تو جانتا ہے کہ میں تجھے اس کام کے لیے بھیج رہا ہوں جس کام کے لیے رسول اکرم ﷺ نے مجھے بھیجا کہ میں ہر تصویر کو مٹادوں اور (اونچی) قبروں کو برابر کردوں۔

ابن القیم الجوزیہ (م ۷۵۱ھ) نے بھی ایک روایت نقل ہے کہ ایک بار ایک نوجوان نے حضرت علیؓ سے یہ شکایت کہ فلاں قبیلے کے لوگ میرے باپ کو تجارتی قافلہ میں شریک کر کے لے گئے اب وہ تو آگئے ہیں لیکن میرے باپ کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ راستے میں مر گیا آپ نے فوراً شرطہ کو بلایا اور ان قافلے والوں کو بلا بھیجا قافلے کے افراد آجانے پر آپ نے تفتیش کے لیے ہر آدمی کو دو پولیس والوں کے سپرد کر دیا دوران تفتیش انھوں نے ارتکاب قتل کا جرم تسلیم کرلیا (۵۸)

خلافت راشدہ میں دیوان الشرطہ دیوان القضاء سے متعلق تھا جب کہ اموی عہد میں دیوان الشرطہ دیوان القضاء سے الگ کردیا گیا اور صاحب الشرطہ کا کام صرف جرائم روک تھام قرار دیا گیا۔

حسن ابراھیم حسن کے مطابق اسی عہد میں شرطہ کو دو قسموں میں تقسیم کیا گیا۔

اول۔ الشرطہ العلیا (بڑا محکمہ پولیس)

دوم۔ الشرطہ السفلی (چھوٹا محکمہ پولیس)

الشرطہ العلیا یا الشرطہ الکبری کے اختیارات معززین شہر' عوام اور ان تمام طبقوں پر محیط تھے جن کا کسی نہ کسی طرح اقتدار اور حکومت سے تعلق ہو۔ اس پولیس افسر کا کام ممتاز سرکاری افسران 'خلیفہ کے رشتہ داروں اور عمائدین سلطنت کے خلاف کاروائیاں کرنا اور انہیں سزا دینا تھا۔ الشرطہ العلیا کے افسران کے لیے قصر سلطانی کے دروازے پر ایک مخصوص کرسی نصب جاتی تھی اور اسکے اردگرد دیگر مختلف افسروں کرسیاں ہوتیں۔ یہ افسر اس وقت تک اپنی نشستوں پر بیٹھے رہتے جب تک پولیس کا اعلی افسر اپنی کاروائی ختم نہ کرلیتا پولیس کے سربراہ کا شمار سلطنت کے ممتاز ارکان میں ہوتا۔ اس عہدہ کے بعد وزیر کا منصب ہوتا۔

الشرطہ السفلی کے افسر کا کام عام لوگوں کے خلاف کاروائیاں کرنا اور انہیں سزائیں دینا تھا۔ (۵۹)

عباسی عہد میں بھی پولیس افسران انسداد جرائم کے سلسلہ میں مجرموں کو سزائیں دیتے۔

خلیفہ مقتدر باللہ (۲۹۵ھ۔۳۲۰ھ) نے یمنا الطومون جو کہ بغداد کا صاحب الشرطہ تھا کو حکم دیا تھا۔

کہ وہ عوام کہ اجتماعات میں ایک فقیہہ کے ساتھ بیٹھ کر لوگوں کے مظالم کے سماعت کرے اور ان سے ان کے مسائل دریافت کرے یہاں تک کہ ظلم ختم ہو جائے اور فقہاء پولیس والوں پر کڑی نگرانی رکھیں تاکہ ان کے فتوی کے مطابق فیصلہ کریں ۔(۶۰)

ابن خلدون کا بیان ہے کہ عہد عباسیہ میں پولیس کے افسر پہلے ملزموں پر مقدمے قائم کرتے پھر ان سے جرائم کا اعتراف کراتے تھے اور اعتراف جرم کے بعد ان پر حدود جاری جاتیں۔ ملزموں کے ساتھ پولیس سختی کرتی اقرار جرم کے بعد سزائیں بھی شرطہ ہی دیتے۔(۶۱)

خلاصہ یہ کہ عہد اسلامی میں شرطہ کے فرائض واختیارات حسب ذیل تھے۔

۱۔ اصل حقائق معلوم کرنے کے لیے ملزموں تفتیش کرنا۔

۲۔ اراکین حکومت کے اعمال پر کڑی نظر اور ان بد عنوانیوں روک تھام کرنا۔

۳۔ فوجداری مقدمات کے فیصلہ جات اور فیصلہ شدہ تعزیرات کا مجرموں پر نافذ کرنا۔

۴۔ صاحب الشرطہ محض شبہ بناء پر یا ماتحت افسران اطلاع پر مظلوم فریاد کا انتظار کیے بغیر از خود تحقیقاتی کاروائی کر سکتا تھا۔

۵۔ صاحب الشرطہ جرائم پیشہ لوگوں کو غنڈہ گردی سے روکنے کے لیے سزائیں بھی دے سکتا تھا اور اسے مشتبہ افراد کو قید کرنا اور اعتراف جرم کرانے کے لیے سختی کرنے بھی اختیار تھا۔

جدید پولیس اور اس کی ابتدائی تاریخ

پولیس کا لفظ لاطینی زبان کے لفظ Politia سے بنا ہے جس کے معنی ریاست، حکومت اور قائم شدہ نظام کے آتے ہیں (۲) پولیس کا ابتدائی تصور جرمن قبائل کے نسلی گروہوں "King groups of the Tcutonk Tribes" سے ہوا۔ جب کہ جدید برطانوی اور امریکی پولیس اصل بنیاد وہ دس مردوں جماعت "AGroup of Ten freemen" ہے جو اینگلو سیکسن ٹی دھنگ "Englosaxon Ti Thing" کے نام سے مشہور ہے اور جن کا فرض یہ تھا کہ وہ ایک دوسرے کے کردار پر نظر رکھنے کے علاوہ غلط کام کرنے والے کو قانون کے سامنے پیش کرتے تھے (۶۲)

ٹی دھنگ کے جماعت کے متعلق نوح ویبسٹر نے لکھا ہے۔

" In old English law , a unit of Civil adminstration originally Consisting a number of company of Ten house holders.(63)

یعنی ٹی دھنگ قدیم انگلش قانون میں سول انتظامیہ کا ایک حصہ تھا جو بنیادی طور پر خاندان کے دس افراد پر مشتمل ہوتا تھا اور اس کا ہر فرد ٹی دھنگ کہلاتا۔

یہ ٹی دھنگ ایک عیسائی کلیسائی علاقہ کا افسر ہوتا اور ہر سال اسے منتخب یا نامزد کیا جاتا تھا اور اس کا یہ فرض ہوتا کہ وہ عبادت کہ دوران چرچ میں نظم و نسق قائم رکھے اور بد نظمی کے خلاف شکایت کرے۔(۶۴)

اٹھارویں صدی تک انگلستان میں ٹی دھنگ مین بلا تنخواہ منتخب ہوتا یا مقرر کیا جاتا۔ ۱۸۲۹ء میں میٹروپولیٹین ایکٹ نافذ کیا گیا جس کے نتیجے میں ۲۹ ستمبر ۱۸۲۹ء کو پولیس کا ایک ہزار افراد پر مشتمل دستہ وجود میں آگیا ۱۸۵۶ء میں پاس ہونے والے "Country and Borough Ploice Act" کی رو سے جہاں اس ذمہ داری کے لیے جسٹس مقرر ہوئے کہ وہ تنخواہ دار پولیس بھرتی کریں وہاں حکومتی کنٹرول کا بھی ایک ذریعہ میسر آگیا ۱۸۳۵ء تک حکومتی کنٹرول کی ذمہ دار واچ کمیٹیاں تھیں ۱۸۸۸ء میں یہ واچ کمیٹیاں کاونٹی پولیس جسٹس کے ماتحت ہو گئیں۔

۱۸۲۸ء اور ۱۸۳۵ء میں ہی لارڈ ہنگ اور لارڈ ٹریچر ڈ نے میٹروپولیٹن پولیس کو منظم کیا اور اسے کچھ اضافی ذمہ داریاں بھی دی گئیں۔

جنگ عظیم دوئم کے بعد پولیس کے فرائض اور ذمہ داریوں میں اضافہ ہوتا چلا گیا اور ساتھ ہی ایک رائل کمشن مقرر کیا گیا اس کمشن کے متعین ایوری مین انسائیکلوپیڈیا میں ہے۔

A Royal Commission was appointed to review the constitional Position and the arrangments for control and adminstration of the Police Through out Brirtain...... and The effective ness of means of dealing with complaints by the Public against the Police (65)-

(پولیس کے فرائض اور ذمہ داریوں کا جائزہ لینے کے لیے) ایک شاہی کمشن مقرر کیا گیا کہ وہ برطانیہ میں دستوری صورت حال کا جائزہ لے اور برطانوی پولیس کے انتظامی امور کو کنٹرول کرنے کے لیے اقدامات کرے نیز عوام الناس کی پولیس سے متعلق شکایات کو موثر انداز میں سن کر نمٹائے۔

بہر حال اس رائل کمشن نے پورے برطانیہ میں پولیس کی آئینی پوزیشن ' کنٹرول کے طریق

کاراور پولیس کے انتظامی امور پر غور کیااور ساتھ ہی پولیس کے خلاف کی جانےوالی شکایات پر موثر غور کرنے کاانتظام بھی تجویز ہوا۔

اس کے ساتھ ہی پولیس کی عام کارکردگی کے بارے میں سیکرٹری آف سٹیٹ کوپارلیمنٹ کے سامنے جوابدہ قرار دیا گیا۔(٦٦)

جنگ عظیم دوم کے بعد اتحادیوں نے جرمن اور جاپان پر قبضہ کرلیا توانھوں نے ان ممالک میں بھی اینگلوامرکین طرز پر آئینی پولیس کانظام قائم کیااسی لیے انٹرنیشنل انسائیکلوپیڈیا آف سوشل سائنسز کے مقالہ نگار نے لکھاہے۔

When the Allies occupied Germany and Japan at the end of world war second , They Introduced Police systums, Patterned after the Anglo - American Constitional Structure (67) . پولیس کا یہی نظام ان تمام اسلامی ممالک میں رائج ہواجو کسی نہ کسی طرح مغربی سامراج کے زیراثر رہے۔برصغیر پاک وہند میں بھی تقریباًسوسال تک برطانیہ کی حکومت رہی اس لیے یہاں انگریزوں نے پولیس کی تشکیل پر بہت توجہ دی پاکستان میں بھی آزادی کے بعد ۱۹۴۷ء سے اسی نظام کو اختیار کیا گیا۔

فرائض واختیارات پولیس

جہاں جدید پولیس کے فرائض واختیارات کا تعلق ہے دیگر اداروں کی طرح ان کے فرائض و اختیارات میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔بہر حال حکومتی نظم ونسق، قانون شکنی کی روک تھام اور جان ومال و عزت وآبرو کی حفاظت پولیس کابنیادی فرض ہے۔

ورلڈ بک ڈکشنری میں ؛پولیس ؛ کے لفظ کے تحت لکھاہے۔

" Keeping order and arresting People who break the law "(68) پولیس کافرض امن عامہ کو قائم کرنااور قانون کی خلاف وزری کرنے والوں کو گرفتار کرنا ہے۔ورلڈ بک انسائیکلوپیڈیا میں پولیس کے فرائض کواس طرح بیان کیا گیاہے۔

It is the function of the Police to be the watch for anti social conduct and to apprehand the offender as soon as Possible (69)

یہ پولیس کا فرض ہے کہ وہ غیر سماجی رویہ رکھنے والوں پر نظر رکھے اور قانون کی خلاف وزری کرنے والوں کو جتنی جلدی ممکن ہوسکے سزا دلوائے۔

اگرچہ بنیادی طور پر پولیس کا فرض نظم ونسق کا قیام اور مقدمات کی تفتیش وتحقیق تھالیکن بعد

میں ان کے فرائض واختیارات میں اضافہ کر دیا گیا۔

ٹریفک کنٹرول، جرائم کی تفتیش یا سراغ رسانی، ذرائع ابلاغ اور ریکارڈ، مرکز جرم کی تلاش، یرغمالیوں کی رہائی، بموں سے حفاظت، خصوصی اسلحہ مختلف کوائف کی درجہ بندی اور دیگر تحقیقات پولیس کے فرائض میں شامل ہیں۔(۷۰)

بہر حال پولیس اپنے فرائض مختلف طریقوں سے انجام دیتی ہے پولیس کے افسران و ملازمین راستوں اور سڑکوں پر گشت کرتے ہیں تاکہ جرائم کے واقع ہونے کی روک تھام کی جائے۔ اور لوگوں کو ان کی مشکلات کے حل میں مدد فراہم کی جاسکے اسی طرح پولیس ذرائع مواصلات کو حفاظت جاری رکھنے کے لیے ان کی حفاظت کرتی ہے اگر کہیں کوئی جھگڑا ہو تو بھی پولیس ہی کو طلب کیا جاتا ہے۔ کسی حادثہ یا کسی چیز یا انسان کے گم ہو جانے پر بھی پولیس اپنے فرائض سرانجام دیتی ہے اس طرح اہم مقامات اہم شخصیات کی حفاظت بھی ان کے ذمہ ہے۔

ولسن نے اپنی کتاب پولیس ایڈمنسٹریشن میں لکھا ہے۔

As a law inforcement officer, my fundamental duty is to servie mankinding , to safe gurard lives and property, to protect the innocent against deception, the weak against oppression or intimidation , and the Peaceful against violence or disorder: and to respect the constitional rigths of all men to liberty :equality and Justice . (71)

بحیثیت پولیس افیسر میرا بنیادی فریضہ انسانیت کی خدمت ہے کہ میں لوگوں کے جان و مال کی حفاظت کروں، سادہ لوح لوگوں کو دھوکہ فریب میں آجانے سے بچاوں، کمزوروں کو ظلم و ستم کا شکار ہو جانے سے محفوظ کروں بدنظمی کو ختم کر کے پرامن حالات برقرار رکھوں اور تمام لوگوں کو آزادی، مساوات، انصاف اور دوسرے آئینی حقوق کا تحفظ کروں۔

ولسن کے نزدیک پولیس کے فرائض کو چار عنوانات میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ افراد میں ایسے میلانات پیدا ہونے کی روک تھام کرنا جو معاشرے کے خلاف ہونے کے علاوہ مجرمانہ ذھنیت کے عکاس ہوں۔

۲۔ مجرمانہ افعال کے واقع ہونے کا سدباب کرنا۔

۳۔ مجرموں کو گرفتار کرنا، مسروقہ مال کا بازیابی کرنا، اور مجرموں کے مقدمات تیار کر کے عدالت کے سامنے پیش کرنا۔

۴۔ حکومتی نظام کی حفاظت کرنا، آمدورفت کے قانون کی پابندی کروانا اور دیگر خدمات انجام دینا

(۷۲)

برصغیر پاک وہند میں برطانیہ نے تقریباً تین سو سال تک حکومت کی اس دوران برطانوی حکمرانوں نے متعدد ایکٹ نافذ کیے آزادی کے بعد پاکستان میں اکثر برطانوی قوانین من وعن نافذ کیے گئے انہی قوانین میں پولیس ایکٹ ۱۸۶۱ء بھی ہے اس مجموعہ قوانین میں پولیس کے یہ فرائض بیان کیے گئے ہیں۔

(۱) مقدمات کی تفتیش کرنا۔
(۲) فرقہ وارانہ' سیاسی اور انقلابی تحریکات سے حکومت کو آگاہ کرنا۔
(۳) خطرناک مجرموں کی گھروں سے غیر حاضری کے بارے میں اطلاعات شائع کرنا۔
(۴) ارتکاب کردہ جرائم میں مطلوبہ اشخاص کی سراغ رسانی وگرفتاری کرنا۔
(۵) مال مسروقہ وبازیافتہ کا پتہ لگانا۔
(۶) ایسی اطلاعات مشتہر کرنا جن سے پولیس کو مدد مل سکتی ہو۔
(۷) سیاسی وفوجداری معاملات کے متعلق اطلاعات فراہم کرنا' ترتیب دینا اور نشر کرنا(۷۳)

قدیم اسلامی نظام شرطہ اور جدید نظام پولیس کا تقابلی جائزہ

قدیم اسلامی نظام شرطہ محکمہ قضاء کے ماتحت تھا بقول یوسف کندی(م ۳۵۰ھ) ۸۴ھ میں (اموی عہد) عابس بن ربیعہ المرادی قاضی مصر اور یونس بن عطیہ حضرمی محکمہ قضاء کے علاوہ نظام الشرطہ کے بھی انچارج تھے(۷۴) جن کہ عباسی دور میں شرطہ ایک مستقل الگ محکمہ بنادیا گیا اس دور میں امن عامہ کا قیام' جرائم کی تفتیش وتحقیق' احکام عدالت کی تنفیذ اور حدود شرعیہ کی تعمیل شرطہ کے اہم فرائض تھے(۷۵)

قدیم نظام شرطہ کو رعایا کے طبقات کے لحاظ سے دو قسموں میں تقسیم کیا گیا۔ شرطہ علیا؛ امراء' عمائدین سلطنت اور سرکاری افسران کے لیے اور؛ شرطہ سفلی؛ عام رعایا کے لیے تھی۔(۷۶)

جدید پولیس بھی ایک مستقل محکمہ ہے' انسپکٹر جنرل پولیس اس کا سربراہ ہوتا ہے جدید پولیس کو عوام کے طبقات کے برعکس فرائض کے اعتبار سے ان سات بڑی قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

۱۔ ضلعی پولیس District Police

امن عامہ کا قیام' مقدمات کا اندراج اور تفتیش' مجرموں کو پکڑنا اور ڈرائیونگ لائسنس کا اجراء اس پولیس کے اہم فرائض ہیں۔ اس پولیس کو فرائض کی مناسبت سے مزید دو قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

(الف) سی۔آئی۔اے (Central Investigation Agency)

ضلعی پولیس کے دیانتدار افسران کو سی آئی اے سٹاف میں لگایا جاتا ہے اس کے پاس پورے ضلع کا ریکارڈ ہوتا ہے۔ جرائم کی سراغ رسانی، اہم جرائم کی تحقیق و تفتیش، بین الاضلاعی جرائم کی روک تھام، مختلف کوائف کی تدوین ہفتہ وار جرائم کی رپورٹ اور متعلقہ سپرنٹنڈنٹ پولیس سے تعاون ان کے اہم فرائض میں داخل ہے۔(۷۷)

(ب) سی۔آئی۔ڈی (Central Investigation Department)

یہ ادارہ تھانے میں درج ایف آئی آر کے مطابق اہم مقدمات کی تحقیق کرتا ہے۔ عوامی اجتماعات کی رپورٹ متعلقہ افسر کو پہنچانا بھی ان کا فرض ہے۔ اگر ان کی شکایت ضلعی پولیس سے متعلق ہو تو یہ اپنی رپورٹ براہ راست متعلقہ ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولیس کو بھیجتے ہیں۔(۷۸)

(۲) سپیشل پولیس (Spceial Police)

۱۸۹۰ء سے سپیشل پولیس اور کرائمز برانچ 'سی آئی ڈی کے نام سے ایک ساتھ کام کرتی تھی جب کہ ۱۹۵۸ء میں ان تینوں شعبوں کو الگ الگ کر دیا گیا۔

سپیشل پولیس کے اہم فرائض یہ ہیں۔

۱۔ ملک میں مقیم غیر ملکیوں پر کڑی نگاہ رکھنا۔
۲۔ غیر ملکی طلبا کے احوال سے واقفیت حاصل کرنا۔
۳ طلباء یونینوں اور مشکوک افراد کی نگرانی کرنا۔
۴۔ غیر ملکیوں کے ویزے میں توسیع کے متعلق رپورٹ پیش کرنا۔
۵۔ نئے بھرتی ہونے والے گزٹیڈ سرکاری ملازمین کے کردار کی رپورٹ کرنا۔
۶۔ جن افراد پر ملک سے باہر جانے کی پابندی ہو ان کی نگرانی کرنا۔
۷۔ حساس مقامات کا تحفظ اور اعلی سرکاری شخصیات (V.V.I.P) کی حفاظت کرنا۔
۸۔ سرکاری ملازمین کے بیرون ملک جانے کی اجازت دینا۔
۹۔ غیر ملکی ایجنسیوں کے ایجنٹوں پر کڑی نگاہ رکھنا۔(۷۹)
۱۰۔ غیر ملکی امداد سے چلنے والی ملکی انجمنوں و اداروں کی نگرانی کرنا۔
۱۱۔ روزانہ رونما ہونے والے اہم واقعات کی حکومت کو رپورٹ دینا۔
۱۲۔ دہشت گردی میں ملوث افراد کی تفتیش کرنا۔(۸۰)

۳۔ کرائمز برانچ (Crimes Branch)

اس پولیس کا تعلق صرف اہم مقدمات کی تحقیقات سے ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ اس پولیس کے فرائض یہ ہیں۔

۱۔ پیچیدہ نوعیت کے مقدمات جن کی تفتیش عام پولیس نہیں کر سکتی کی تفتیش کرنا

۲۔ سنگین نوعیت کے مقدمات کی نگہداشت کرنا کہ کیا ان کی تفتیش درست ہو رہی ہے۔

۳۔ جرائم کے متعلق حکومت کو رپورٹ دینا کہ کون سا جرم بڑھ رہا ہے اور کون سا کم۔

۴ انسداد جرائم کے متعلق افسران اعلیٰ کو تجاویز پیش کرنا۔

پولیس کے اس شعبہ کے پاس فائر آرم ٹیکنو کریٹس 'فوٹو گرافی اور فنگر پرنٹ لیبارٹری کے علاوہ جدید مشنری موجود ہوتی ہے جس سے مقدمات کی تحقیق و تفتیش آسان ہو جاتی ہے۔

۴۔ ریلوے پولیس (Railway Police)

یہ پولیس ریلوے کی حدود میں ہونے والے واقعات کی تحقیق کرتی ہے اس کے علاوہ ریلوے کی حدود میں نظم و نسق اور قیام امن' ریل گاڑیوں اور مسافروں کا تحفظ' اسٹیشنوں پر گاڑیوں کی آمد و رفت کی ڈائری' پلیٹ فارموں کی صفائی' ریل کے ذریعہ سمگلنگ کی روک تھام' مشکوک اور خالی بکسوں کی تلاشی' مسلح مسافروں سے لائسنس کی تحقیق اور دیگر ریلوے کے قوانین کا نفاذ ان کے اہم فرائض میں داخل ہے (۸۲)

۵۔ ٹریفک پیٹرول / ٹریفک پولیس (Traffic Petrol / Traffic Police)

ٹریفک پیٹرول براہ راست ڈی۔آئی۔جی کے ماتحت ہوتا ہے اس میں ایک انسپکٹر اور دو سپاہی ہوتے ہیں۔ یہ پٹرول بڑی شاہراہوں پر وھیکلز ٹیکس اور ڈرائیونگ لائسنس کی چیکنگ کے علاوہ قواعد آمد و رفت کی نگرانی کرتا ہے۔ ڈی۔آئی۔جی کو روزانہ کی ڈائری فراہم کرنا بھی اس کا بنیادی فرض ہے۔ ٹریفک پولیس انہی فرائض کو بڑے شہروں میں ادا کرتی ہے۔

٦۔ ریزرو پولیس (Reserve Police)

قیام امن کے لیے کسی مقام پر عام ضرورت سے زائد پولیس مطلوب ہو تو اس کو وہاں بھیجا جاتا ہے (۸۴)

۷۔ ٹیلی کمیونیکیشن (Tele Communication)

پولیس کے اسے شعبے کا کام محکمہ جاتی پیغامات ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانا ہے اس کے علاوہ یہ حکومت کی طرف سے اہم افراد کو پیغام بھی پہنچاتے ہیں۔ (۸۵)

پولیس کی ان اقسام اور ان کے فرائض سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قدیم نظام شرطہ رعایا کے طبقات کی مناسبت سے منقسم تھا۔ جب کہ جدید پولیس کو ان کے ان فرائض کے اعتبار سے مختلف قسموں میں کیا گیا ہے۔

قدیم شرطہ صرف قیام امن اور جرائم کی تحقیقات کا فرض ادا کرتی تھی جب کہ جدید پولیس

ان فرائض کے علاوہ دیگر متعدد اہم فرائض بھی ادا کرتی ہے۔

مظالم کی دادرسی میں عدالت سے تعاون جس طرح قدیم نظام شرطہ کرتا تھا اس طرح ظالم کو اس کے ظلم کی سزا اور مظلوم کی دادرسی کرنا بھی ان کے فرائض میں داخل ہے۔ جس طرح قدیم نظام شرطہ میں شرطہ کے سربراہ کی حیثیت وزیر کے ہم پلہ تھی اسی طرح جدید پولیس کا سربراہ انسپکٹر جنرل پولیس عمائدین حکومت میں شمار کیا جاتا ہے۔

عہد خلافت راشدہ

۱۱ھ تا ۴۱ھ (۶۳۲ء تا ۶۶۱ء)

تاریخی پس منظر:

حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد ربیع الاول ۱۱ھ کو مدینہ منورہ کے تمام مسلمان ثقیفہ بنی ساعدہ میں اکھٹے ہوئے اس اجلاس میں حضرت عمر فاروق نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کا نام خلیفہ کے لیے تجویز کیا اور آپ نے ہی سب سے پہلے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی بعد میں باقی لوگوں نے بیعت کی۔ ۲۲ جمادی الثانی ۱۳ھ کو آپ کا وصال ہوا۔(۸۶) آپ نے اپنی وفات سے قبل حضرت عمر فاروقؓ کے حق میں وصیت لکھوائی اور پھر مسجد نبوی میں لوگوں کو جمع کر کے فرمایا!

اترضون بمن استخلف علیکم ؟ فانی واللہ ماالوت من جھدالرای ولا ولیت ذا قرابۃ وانی قداستخلفت عمر بن الخطاب فاسمعوالہ واطیعوافقالوا سمعنا واطعنا (۸۷)

کیا تم اس شخص پر راضی ہو جسے میں اپنا جانشیں بنا رہا ہوں خدا کی قسم میں نے رائے قائم کرنے میں اپنے ذھن پر زور ڈالنے میں کوئی کمی نہیں کی اور میں نے اپنے رشتہ دار کو نہیں بلکہ عمر بن خطابؓ کو جانشیں مقرر کیا ہے۔ لہذا تم ان کے احکام سنو اور اطاعت کرو اس پر لوگوں نے کہا ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی۔

حضرت عمر فاروقؓ نے تقریباً دس سال خلافت کے فرائض سرانجام دیے اور آپ یکم محرم الحرام ۲۳ھ کو ابولولوفیروز نامی شخص مجوسی کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔(۸۸)

۲۲ھ کو حج کے موقع پر ایک شخص نے کہا اگر امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کا انتقال ہو گیا تو میں فلاں شخص کے ہاتھ پر بیعت کرلوں گا کیونکہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی بیعت بھی اسی طرح ہوئی۔ آپ کو جب اس بات کی اطلاع ہوئی۔ تو آپ نے لوگوں کو اکھٹا کر کے فرمایا!

لوگو! اگر میں اس وقت ایسا نہ کرتا تو اندیشہ تھا کہ لوگ کوئی غلط فیصلہ نہ کر بیٹھیں' یاد رکھو آپ میں حضرت ابو بکرؓ جیسی شخصیت کا آدمی اور کون ہو گا۔ اب کوئی شخص مسلمانوں کے مشورے کے بغیر کس کے ہاتھ بیعت کرے گا۔ بیعت کرنے والا اور وہ جس کے ہاتھ پر بیعت کی جائے گی دونوں اپنے آپ کو قتل کے لیے پیش کریں گے (۸۹)

بہر حال آپ نے اپنی وفات سے قبل خلافت کا فیصلہ کرنے کے لیے ایک مشاروتی کمیٹی تشکیل دی جو حضرت عثمانؓ' حضرت علی کرم اللہ وجہ' حضرت طلحہؓ' حضرت زبیرؓ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ پر مشتمل تھی۔ اس کمیٹی نے حضرت عثمانؓ کو خلافت کے لیے منتخب کیا (۹۰)

حضرت عثمانؓ کی شہادت ۱۹ ذی الحج ۳۵ھ کو ہوئی آپ کی شہادت کے بعد کچھ لوگوں نے حضرت علیؓ کی بیعت کرنا چاہی تو آپ نے فرمایا

؛فمن رضی به اهل الشوری واهل البدر فهوالخلیفه ؛(۹۱)

اہل شوریٰ اور اہل بدر جس کو خلیفہ بنائیں گے وہی خلیفہ ہو گا۔

طبری کی روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا

؛فان بیعتی لاتکون خفیًا ولا تکون الاعن رضاء المسلین ؛(۹۲)

میری بیعت خفیہ طریقے سے نہیں ہو سکتی یہ مسلمانوں کی مرضی سے ہونی چاہیے۔

پھر آپ کی بیعت مسجد نبوی میں کی گئی (۹۳)

حضرت علیؓ کی شہادت ۲۱ رمضان المبارک ۴۰ھ کو ہوئی آپ کی شہادت کے وقت لوگوں نے آپ سے پوچھا کیا ہم آپ کے صاحبزادے حضرت حسنؓ کے ہاتھ پر بیعت کرلیں تو آپ نے فرمایا نہ تم کو اس کا حکم دیتا ہوں نہ اس سے منع کرتا ہوں تم لوگ خود اچھی طرح دیکھ سکتے ہو۔ (۹۴)

بہر حال آپ کی شہادت کے بعد لوگوں نے حضرت حسنؓ کی بیعت کی لیکن آپ نے چھ ماہ بعد ربیع الاول ۴۱ھ کو حضرت معاویہؓ کے حق میں دستبرداری کا اعلان کر دیا۔ (۹۵)

اس طرح خلافت راشدہ کی وہ مدت مکمل ہو گئی جس کا ذکر حضور اکرم ﷺ نے اس حدیث مبارکہ میں فرمایا تھا۔

الخلافة فی امتی ثلاثون سنة ثم ملکاً بعد ذلک (۹۶)

میرے بعد خلافت تیس سال رہے گی اس کے بعد بادشاہت ہو گی۔

عہد صدیقی (۱۱ھ تا ۱۳ھ ۶۳۲ء تا ۶۳۴ء)

عہد صدیقی میں مسلمانوں کے نظام حکومت میں کوئی نمایاں تبدیلی نہیں ہوئی تھی اس لیے حضور اکرم ﷺ کی طرح حضرت ابوبکرؓ بھی مدینہ منورہ میں ہر قسم کے تنازعات کا فیصلہ خود کرتے خواہ وہ تنازعات قضاء سے متعلق ہوتے یا مظالم سے متعلق۔ جب کہ صوبوں میں وہاں کے عاملین اس فرض کو ادا کرتے تھے

میمون بن مہران سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس جب کوئی مقدمہ آتا پہلے قرآن پاک کی طرف رجوع کرتے اگر زیر بحث معاملہ واضح طور پر قرآن مجید میں موجود ہوتا تو اس کے مطابق فیصلہ کرتے بصورت دیگر اگر سنت نبوی ﷺ سے اسکے متعلق جانتے ہو تو اس کے مطابق فیصلہ کرتے۔ اگر ایسا بھی نہ ہوتا تو آپ دیگر صحابہ کرامؓ سے کہتے کہ فلاں مسئلہ تصفیہ طلب ہے اگر تم میں سے کوئی اس معاملے کے متعلق حضور اکرم ﷺ کے فیصلے کو جانتا ہے۔

تو وہ مجھے بتادے اگر کوئی بتادیتا تو آپ فرماتے اللہ تعالی کا شکر ہے کہ اس نے ہم میں ایسے لوگ پیدا کیے ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی باتوں کو یاد رکھتے ہیں اور ایسا نہ ہوتا تو پھر اہل الرائے کو جمع کرتے اور ان کی اکثریت جس کا فیصلہ کرتی آپ اس کے مطابق فیصلہ کرتے (۹۷)

علامہ جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ھ) نے لکھا ہے کہ ایک شخص آپ کے پاس آیا اور اس نے یہ تنازعہ پیش کیا کہ میرا باپ میری جائیداد لینا چاہتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ اسے اس کی تمام جائیداد کی ضرورت ہے آپ نے فیصلہ سناتے ہوئے باپ سے کہا :

اپنے بیٹے کی جائیداد پر تمھارا صرف اتنا ہی حق ہے جتنا تمھاری زیست کے لیے کافی ہو۔ اس نے کہا یا خلیفہ الرسول حضور ﷺ کا ارشاد ہے

:انت و مالک لابیک :(تم اور تمھاری چیزیں تمھارے باپ کی ہیں) آپ نے جواب دیا یہاں اس سے آپ ﷺ کا منشا ضروری ضروری چیزوں سے تھا (۹۸)۔

آپ کے پاس ایک اور مقدمہ پیش ہوا جس کی نوعیت یہ تھی کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کا ہاتھ کاٹ کھایا جس وقت اس نے اپنا ہاتھ کھینچا تو زور کے باعث دوسرے شخص کے اگلے دونوں دانت باہر نکل آئے یہ دونوں آپ کے پاس آگئے آپ نے **ان میں سے** کسی کے لیے بھی دیت اور قصاص جاری نہیں کی۔ (۹۹)

ابتداء میں حضرت ابوبکر صدیقؓ مدینہ منورہ اور اس کے گردونواح کے مقدمات کے فیصلے خود کرتے البتہ بعد میں حضرت عمر فاروقؓ کو مدینہ منورہ کا قاضی مقرر کردیا۔

بقول محمد حسین ھیکل :۔

؛ومن تصرفاته فی اقامة عمر بن الخطاب علی القضاء ؛(۱۰۰)
آپ کے اہم کاموں میں سے ایک کام یہ تھا کہ آپ نے حضرت عمرؓ کو منصب قضا پر فائز کیا۔
عباس محمود العقاد نے بھی لکھا ہے۔

؛وتولی القضاة رجل لم یشتهر احد بالعدل اشتهاره وهوعمر بن الخطاب ؛(۱۰۱)

حضرت ابوبکرؓ نے اس شخص کو منصب قضاء پر فائز کیا جس کا عدل میں کوئی ثانی نہیں تھا۔اور وہ عمر بن خطابؓ ہیں۔

طہٰ حسین کے مطابق ایک سال گزارنے کے بعد بھی حضرت عمرؓ کے ہاں کوئی مقدمہ پیش نہ ہوا۔اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ ہی حضور اکرم ﷺ کی راہ پر گامزن نہ تھے بلکہ تمام اہل مدینہ اسلام کے راستے پر گامزن تھے اور ان کی روش میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔اس لیے ان میں ظلم وجور کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا(۱۰۲)

صوبوں کے عاملین سے متعلق اگر کسی شخص کو انتظامی یا عدالتی امور کے متعلق شکایت ہوتی تو وہ آپؓ سے رجوع کرتا۔

بقول علامہ سیوطی کہ ایک یمنی شخص جس کا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کٹا ہوا تھا حضرت ابوبکر صدیقؓ کے گھر حاضر ہوا اور شکایت کی کہ یمن کے عامل نے مجھ پر ظلم کیا ہے رات کو اس یمنی نے ہی آپ کے گھر سے زیور چرالیا جس پر آپ نے اس کا بایاں ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا(۱۰۳)

عہد فاروقی (۱۳ھ تا ۲۴ھ۔ ۶۳۴ء تا ۶۴۵ء)

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے وصال کے بعد ۱۳ھ کو حضرت عمر فاروقؓ نے خلافت کی ذمہ داری سنبھالی ۔آپ کا عہد تاریخ اسلام کا ایک زریں باب ہے اس دور میں اسلامی سلطنت کا کل رقبہ تقریباً تیس لاکھ مربع میل ہونے کے ساتھ ساتھ انتظام حکومت بہت معیاری ہو چکا تھا (۱۰۴)۔مختلف محکموں کے دیوان تشکیل دینے کے علاوہ اسلامی سلطنت کو گیارہ صوبوں میں تقسیم کیا گیا پھر ہر صوبہ متعدد اضلاع پر مشتمل تھا۔

عہد فاروقی کے آغاز میں عدلیہ اور انتظامیہ کا شعبہ اکٹھا تھا البتہ چند سالوں کے بعد ان دونوں شعبوں کو الگ الگ کر دیا گیا بقول علامہ ابن خلدون (م ۸۰۸ھ) :۔
سب سے پہلے جس شخص نے عدلیہ کو انتظامیہ سے جدا کیا وہ عمر بن خطابؓ تھے (۱۰۶)
هیکل نے بھی الفاروق عمرؓ میں لکھا ہے۔

؛لم تلبث بعد سنوات ان اصحبت نظامامن نظم الدولة فانفصل القضاء

عن السلطة التنفیذ یة ؛(۱۰۷)

چند سال گزرنے کے بعد آپ نے عدلیہ کو انتظامیہ سے الگ کر دیا عہد فاروقی میں عدلیہ کا محکمہ مظالم' قضاء اور حسبہ کے معاملات کو نمٹاتا تھا۔

اس لیے شبلی نے بھی لکھا ہے۔

؛ جہاں تک ہم تحقیق کر سکے ہیں کہ مقدمات فوجداری کے لیے حضرت عمرؓ نے کوئی جدا محکمہ قائم نہیں کیا بعض قسم کے مقدمات مثلاً زنا اور سرقہ قضاۃ کے ہاں ہی فیصلے ہوتے تھے (۱۰۸)

عدلیہ کو انتظامیہ سے الگ کرنے کے بعد صوبوں میں قاضی مقرر کیے گئے جیسے کوفہ میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو اور بصرہ میں حضرت شریحؒ کو قاضی مقرر کیا گیا۔ یہ قاضی قضاء اور حسبہ کے علاوہ مظالم سے متعلق تنازعات کا فیصلہ بھی کرتے۔(۱۰۹)

مدینہ منورہ میں خود حضرت عمرؓ اور حضرت ابو درداءؓ اس ذمہ داری کو پورا کرتے اس لیے حضرت عمرؓ نے اپنے بیٹے ابو شحمہ کو شراب پینے اور زنا کا ارتکاب کرنے پر خود سزا دی تھی (۱۱۱)

حسن معتمر سے روایت ہے کہ قریش کی ایک عورت کے پاس دو آدمی ایک سو دینار بطور امانت رکھنے کے بعد کہنے لگے۔ کہ ہمیں یہ دینار اس وقت دینا جب ہم اکھٹے تمھارے پاس آئیں ۔ایک سال گزرنے کے بعد ان میں سے ایک شخص اس عورت کے پاس آکر کہنے لگا کہ میرا ساتھی مر چکا ہے اس لیے یہ رقم اسے دے دو۔ اولاً اس عورت نے انکار کیا لیکن بعد میں وہ رقم اسے دے دی۔ پھر ایک سال گزرنے کے بعد دوسرے .ساتھی نے اس عورت کے پاس آکر دینار طلب کیے تو عورت نے کہا تیرا ساتھی میرے پاس آیا اور اس نے کہا کہ تو مر چکا ہے اس لیے میں نے وہ دینار اسے دے دیے۔

یہ مقدمہ حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور آپ نے فرمایا میری رائے میں عورت پر ضمان ہے پھر آپ نے وہ معاملہ حضرت علیؓ کے پاس بھیج دیا آپ نے اس آدمی سے کہا تیرا مال ہمارے پاس ہے۔ اب تو اپنے ساتھی کو لے آ پھر تم دونوں کو مال ملے گا (۱۱۲)

اس روایت سے یہ واضح ہوتا ہے کے عہد فاروقی میں حضرت علیؓ بھی مدینہ منورہ میں مقدمات کا فیصلہ کرتے تھے البتہ بعد میں آپ کو کوفہ کا قاضی مقرر کیا گیا۔(۱۱۳)

حضرت عمرؓ اگر مدینہ منورہ کے علاوہ کسی اور علاقے میں تشریف لے جاتے تو ہاں بھی مظالم کی سماعت کرتے۔ جیسے دوران حج مکہ مکرمہ میں مظالم کی سماعت کے متعلق شبلی نے لکھا ہے۔

جبلہ بن الایھم غسانی شام کا بادشاہ تھا مسلمان ہونے کے بعد مکہ مکرمہ آیا۔ طواف کعبہ کے دوران اس کی چادر کا گوشہ ایک شخص کے پاوں نیچے آگیا۔ جبلہ نے اس کے منہ پر تھپڑ مارا۔ اس نے

بھی برابر جواب دیا۔ جبلہ غصے سے بیتاب ہو گیا اور حضرت عمرؓ کے پاس آیا۔ آپ نے اس کی شکایت سن کر کہا کہ تم نے جو کچھ کیا اس کی سزا پائی۔ اس کو سخت حیرت ہوئی اور کہا کہ ہم اس رتبہ کے لوگ ہیں کہ کوئی ہمارے آگے گستاخی سے پیش آئے تو قتل کا مستحق ہوتا ہے۔ وہ اسلام چھوڑ کر چھپتے چھپتے قسطنطنیہ چلا گیا۔ (۱۱۴)

حضرت عمر فاروقؓ نے بعض عاملین کو بھی قاضی مقرر کرنے کا حکم دیا جیسے حضرت عمرو بن العاصؓ والی مصر کو آپ نے حکم دیا کہ کعب بن ضنہ کو قاضی مقرر کیا جائے کیونکہ وہ زمانہ جاہلیت میں بھی لوگوں کے تنازعات کے فیصلے کرتے تھے (۱۱۵)۔

ان قاضیوں کے علاوہ آپ نے خصوصاً مظالم کی روک تھام کے لیے قاضی ابو ادریس الخولانی کا تقرر کیا۔ محمود عرنوس نے لکھا ہے۔

قد فوض عمر لقاضيه ابى الادريس الخولانى النظر فى المظالم (۱۱۶)

یعنی حضرت عمرؓ نے مظالم کی سماعت کا کام قاضی ابو ادریس الخولانی کے سپرد کیا یوں آپ تاریخ اسلام کے پہلے قاضی مظالم مقرر ہوئے۔

حضرت عمر فاروقؓ تمام عمال حکومت پر بھی کڑی نگرانی رکھتے اگر کسی عامل کے متعلق آپ کو اس کے ظلم کی شکایت ملتی تو آپ مظلوم کی دادرسی کرتے اور ظالم کو اس کے ظلم کی سزا دیتے۔ عمال سے متعلق شکایات کی تحقیقات کے لیے آپ نے سب سے پہلے محمد بن مسلمہؓ کو مقرر کیا۔ اسد الغابہ اور التراتیب الاداریہ میں ہے۔

اول من عين شخصا مخصوصاً لا قتصاص اخبار العمال و تحقيق الشكايات التى تصل الى الخيلفه من عماله و هو محمد بن مسلمه (۱۱۷)۔

حضرت عمر فاروقؓ کو جب بھی کسی عامل سے متعلق شکایت کی جاتی تو محمد بن مسلمہ موقع پر جا کر اس شکایت کی تحقیق کرتے۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ (گورنر کوفہ) کے متعلق آپ کو یہ شکایت موصول ہوئی کہ انھوں نے کوفہ میں ایک مکان بنوایا ہے جس میں ایک ڈیوڑھی بھی بنائی گئی ہے۔ آپ نے اس خیال سے کہ ڈیوڑھی اہل حاجت اور مظلومین کی دادرسی کے لیے رکاوٹ ہوگی محمد بن مسلمہؓ کو حکم دیا کہ اس ڈیوڑھی کو آگ لگا دی جائے چنانچہ آپ کے حکم کی تعمیل کی گئی (۱۱۸)

بعض اوقات حضرت عمرؓ کسی عامل کی شکایت ہونے پر اسے اپنے پاس بلا کر تحقیقات کرتے جیسے مصر کے عامل عیاض بن غنم کے متعلق شکایت ملی کہ انھوں نے اپنے دروازے پر دربان مقرر کیا ہے۔ آپ نے حضرت محمد بن مسلمہؓ کو بھیجا۔ آپ ان کو لے کر مدینہ منورہ آگئے۔ (۱۱۹)

۲۳ھ میں مسلمانوں کا لشکر ایران کی فتح میں مصروف تھا اس جنگ میں مسلمانوں کے لشکر نے اصفہان اور بیروز کو فتح کیا۔ فتح کے بعد حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ بصرہ لوٹے۔ آپ نے یہاں چند وفود تیار کیے اور مال غنیمت میں سے خمس نکالا۔ اس وقت قبیلہ عنزہ کا ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے وفد میں شامل ہونے کا مطالبہ کیا۔ حضرت ابو موسیٰؓ نے انکار کیا اس پر وہ شخص وہاں سے چلا اور اس نے حضرت عمر فاروقؓ کے پاس جا کر شکایت کی۔ آپ نے ابو موسیٰ اشعریؓ کو بلا کر تحقیق کی جس پر انہیں معذور پایا اور اس شخص کی شکایت رد کر دی۔(۱۲۰)

اسی طرح اھواز کے عاملوں نے رعایا پر بعض مظالم ڈھائے ان مظالم کی شکایت ابو المختار یزید بن قیس نے ایک قصیدے کے ذریعہ حضرت عمر فاروقؓ سے کی شکایت یہ تھی کہ آپ کے عامل کسانوں اور زمینداروں سے نذرانے لے کر مالدار ہو گئے ہیں آپ ان کے مال سے نصف مال لے لیجیے ۔ چنانچہ آپ نے ان کے پاس ایک آدمی بھیجا جس نے عمال کے علاوہ ان کے بھائیوں کی دولت سے بھی نصف مال لے کر بیت المال میں جمع کیا(۱۲۱)

مصر میں ایک مسجد کی توسیع کے لیے ایک غیر مسلم بڑھیا کا مکان اس کی رضامندی کے بغیر بھاری قیمت پر خرید کر استعمال کر لیا گیا بڑھیا نے آپؓ سے شکایت کی۔ آپ نے حکم دیا کہ مسجد کا وہ حصہ گرا کر اس بڑھیا کا مکان دوبارہ تعمیر کر کے اسے واپس کر دیا جائے ۔(۱۲۲)

اس طرح گورنر مصر حضرت عمرو بن العاصؓ کے بیٹے نے ایک قبطی کو اس بنا پر کوڑے مارے کہ وہ گھڑ دوڑ میں اس کے آگے سے نکل گیا۔ حضرت عمرؓ کو اس ظلم کی شکایت ہوئی آپ نے تینوں کو مدینہ منورہ بلا لیا اور قبطی کو حکم دیا کہ وہ گورنر کے بیٹے کو کوڑے مارنے کے علاوہ عمرو بن العاصؓ کو بھی ایک کوڑا لگائے اس پر قبطی نے کہا ان سے میرا کوئی واسطہ نہیں۔ آپ نے فرمایا :۔

اے عمرو تم نے کب لوگوں کو غلام سمجھ لیا ہے ان کی ماؤں نے ان کو آزاد جنا ہے۔ آپ نے کہا کہ مجھے اس ظلم کا علم نہیں ہوا تھا اور نہ ہی میرے پاس شکایت کی گئی۔ہ(۱۲۳)

حضرت عمر فاروقؓ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں کسی کو نہیں چھوڑوں گا کہ وہ کسی پر ظلم کرے یا دست درازی کرے حتیٰ کہ میں اس کے رخسار کو زمین پر رکھ کر اپنا قدم اس کے دوسرے رخسار پر رکھوں یہاں تک کہ وہ حق پر عمل پیرا ہو۔(۱۲۴)

حضرت عمر فاروقؓ اگرچہ مظالم سے متعلق مقدمات و شکایت کی سماعت ہر وقت کرتے لیکن حج کے موقعہ پر اپنے عمال کو خصوصاً بلاتے اور اعلان کرتے :۔

یا ایها الناس انی بعثت عمالی هولآء ولاة بالحق علیکم و لم استعملهم لیصیبوا من ابشارکم و لا من دماءکم ولا من اموالکم فمن کانت له مظلمة

عند احد منہم فلیقم ۔(۱۲۵)

لوگو! میں نے اپنے عمال کو تم پر راست بازی کے ساتھ نگرانی کرنے کے لیے بھیجا ہے میں نے انہیں اس لیے مقرر نہیں کیا کہ یہ تمھارے جان و مال اور عزت وآبرو پر دست درازیاں کریں لہذا جس کسی پر ان میں سے کسی نے کوئی ظلم کیا ہے وہ کھڑا ہو جائے۔

مشہور مورخ طبری (م ۳۱۰ھ) نے بھی آپ کی سیرت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔

؛ وکان من سنۃ عمر وسیرتہ یا خذ عمالیہ بموافاۃ الحج فی کل سنۃ للسیاسۃ ولیحجز ھم بذلک عن الرعیۃ ولیکون لشکاۃ الرعیۃ وقتا وغایۃ ینھو نھا فیہ الیہ ؛(۱۲۶)

آپ کا طریقہ یہ تھا کہ آپ نے اپنے حکام پر یہ پابندی عائد کر رکھی تھی کہ وہ ہر سال حج کے موقع پر حاضر ہوا کریں تاکہ ان کے کام کا جائزہ لیا جاسکے اور کچھ عرصہ اپنی رعایا سے الگ رہیں اور انہیں ان کے خلاف شکایت پہنچانے کا کافی وقت اور موقع مل سکے۔

ایک بار حسب معمول حج کے موقع پر آپؓ نے اپنے عمال کے متعلق ایسا اعلان کیا تو ایک آدمی نے کھڑے ہو کر کہا کہ مجھے آپ کے عامل نے بلاوجہ سو کوڑے لگائے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے مستغیث کو حکم دیا کہ وہ اس مجمع عام میں عامل کو سو کوڑے لگائے۔اس پر حضرت عمرو بن العاصؓ نے کہا۔ اے امیر المومنین یہ عمل عمال کے لیے بھاری ہوگا۔آپؓ نے فرمایا یہ نہیں ہو سکتا کہ میں مجرم سے انتقام نہ لوں ۔ حضرت عمروؓ نے مستغیث کو راضی کرنے کی اجازت لے لی۔چنانچہ آپ نے اس مستغیث کو ۲۰۰ اشرفیاں لے کر معاف کر دینے پر رضامند کر لیا۔(۱۲۷)

صوبوں سے جب مختلف وفود حضرت عمر فاروقؓ کے پاس آتے تو آپ ان سے بھی عمال کے متعلق یہ پوچھتے۔

؛ھل ید خل علیہ الضعیف وھل یعود المرضی فان قالوا نعم حمد اللہ وان قالوا لا کتب الیہ ان اقبل ؛(۱۲۸)

کیا عامل کے پاس کمزور لوگ آتے ہیں اور کیا وہ مریض کی عیادت کرتا ہے اگر جواب ہاں میں ہوتا تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے اور اگر نفی میں وہ جواب دیتے تو اس عامل کو مدینہ منورہ بلا لیتے۔

آپ نے صوبوں کے عاملین کو مظالم کی سماعت کا باقاعدہ حکم دیا تھا حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ (گورنر کوفہ) سے آپ نے فرمایا تھا۔

؛ اقم الحدود واجلس المظالم ولو ساعۃ من النھار ؛(۱۲۹)

حدود قائم کرو اور مظالم کی سماعت کے لیے بیٹھو اگرچہ دن میں ایک گھنٹہ کے لیے وقت

کیوں نہ ہو۔

بقول طبری مظالم کے سدباب کے لیے آپ نے یہ بھی فرمایا تھا:

اگر میں زندہ رہا تو مختلف صوبوں کا دورہ کروں گا کیونکہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ لوگوں کی بہت سی حاجتیں ہیں جو ان کے عمال مجھ تک نہیں پہنچاتے اور وہ لوگ خود میرے پاس نہیں آسکتے اسی لیے آپ نے فرمایا

اسیرالی الشام فاقیم بھا شھرین ثم اسیر
الی الجزیرة فاقیم بھا شھرین ' ثم اسیرالی الیمصر فاقیم
بھاشھرین ثم اسیرالی الکوفه فاقیم بھا شھرین ثم اسیر
الی البصره فاقیم بھا شھرین واللہ لنعم الحول ھذا(۱۳۰)

میں پہلے شام جاوں گا اور وہاں دوماہ قیام کروں گا اسکے بعد جزیرہ' مصر کوفہ اور بصرہ جاوں گا اور ہر مقام پر دو دوماہ ٹھہروں گا اور یہ سال کتنا اچھا ہو گا۔

آپ کے دور میں جب کسی صوبے سے خراج مرکز میں پہنچتا تو بھی آپ تحقیق کرتے کہ یہ خراج ظلماً تو وصول نہیں کیا گیا چنانچہ امام یوسف (م ۱۸۲ ھ) فرماتے ہیں۔

حضرت عمرؓ کے دور میں جب عراق سے خراج آتا تو دس ثقہ اور معتمد اشخاص کوفہ اور اتنی تعداد میں بصرہ سے طلب کیے جاتے اور چار بار قسم دلا کر ان سے پوچھا جاتا کہ یہ مال گذاری کس ذمی یا مسلمان پر ظلم کر کے تو نہیں لی گئی (۱۳۱)

مظالم کی سماعت کے لیے حضرت عمرؓ کا یہ بھی معمول تھا کہ آپ ہر نماز کے بعد صحن مسجد میں بیٹھ جاتے اور جس کسی کو جو کہنا ہوتا وہ کہتا۔ اگر کوئی نہ ہوتا تو تھوڑی دیر تک انتظار کر کے اٹھ جاتے (۱۳۲)

ان تمام واقعات و شواہد سے واضح ہو جاتا ہے کہ عہد فاروقی میں مظلوموں کی دادرسی کس طرح کی جاتی اور ظالموں کو کس طرح کیفر کردار تک پہنچایا جاتا اور رد مظالم کے سلسلہ میں کن ممکنہ اقدامات کو عملی جامہ پہنایا۔

عہد عثمانی (۲۴ ھ تا ۳۵ ھ ' ۶۴۵ء تا ۶۵۶ء)

حضرت عثمانؓ فطرتاً نہایت حلیم الطبع 'نرم خو اور خطا پوش تھے۔ آپ میں عفو درگذر کا پہلو غالب تھا۔ اس لیے آپ میں مواخذہ واحتساب کی وہ سختی نہ تھی جو حضرت عمر فاروقؓ کا طرہ امتیاز تھی۔ اس طبعی فرق کی وجہ سے گو عہد عثمانی میں عہد فاروقی جیسا احتساب نہ تھا لیکن پھر بھی آپ کسی ایسی بدعنوانی کو نظر انداز نہ کرتے جس سے اصول اسلام اور اخلاق عامہ یا

حکومت کے نظام میں کوئی اثر پڑتا ۔اسی لیے جب کبھی کسی والی کے خلاف کوئی شکایت ہوتی توآپ اسے فوراً معزول کردیتے چنانچہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کواس لیے معزول کیا گیا کہ آپ نے بیت المال سے ایک رقم قرض لی تھی جس کو وہ ادا نہ کرسکے۔(۱۳۳)

حضرت سعید بن العاصؓ والی کوفہ کے متعلق جب آپ کو شکایت موصول ہوئی توآپ نے ان کو معزول کرکے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کووالی مقرر کیا۔(۱۳۴)

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ والی بصرہ نے کردوں کی بغاوت کے موقع پر جہاد سے متعلق وعظ کیا اور راہ خدا میں پیدل چلنے کے فضائل بیان کیے لیکن روانگی کے وقت آپ کی سواری میں ایک عمدہ ترکی گھوڑا ہونے کے علاوہ چالیس خچروں پر آپ کا سامان تھا۔ اس پر ایک شخص نے اعتراض کیا اور آپ نے اس کو ایک کوڑا مارا جس پر لوگ حضرت عثمانؓ کے پاس پہنچے اور آپ سے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی معزولی کا مطالبہ کیا ان کے مطالبہ پر آپ نے انہیں معزول کرکے حضرت عبداللہ بن عامرؓ کو والی مقرر کیا(۱۳۵)

حضرت عمر فاروقؓ کی طرح حضرت عثمانؓ بھی حج کے موقع پر تمام عمال کو طلب کرتے اور عام اعلان ہوتا کہ جس شخص کو کسی عہدے دار کے خلاف کوئی شکایت ہو تو اسے پیش کرے چنانچہ شکایتیں سن کر آپ ان کا تدارک کرتے (۱۳۶)

شیخین کی طرح مدینہ منورہ اور اس کے گردونواح کے تمام مقدمات کی سماعت بھی حضرت عثمانؓ خود کرتے۔حضرت عمر فاروقؓ کے قاتل ابولولو نے آپ کو شہید کرنے کے بعد فوراً خود کشی کرلی تھی لیکن بعض واقعات کی بناء پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو شک تھا کہ ابولولو کے ساتھ دو آدمی جفینہ اور ھرمزان قتل کی سازش میں شریک تھے انھوں نے جوش غضب میں ان کو قتل کردیا۔بیعت خلافت کے بعد حضرت عثمانؓ کے سامنے یہ مقدمہ پیش ہوا۔آپ نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا۔ حضرت علیؓ نے رائے دی کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو قصاص میں قتل کرنا چاہیے لیکن دوسرے صحابہؓ نے کہا کہ یہ مناسب نہیں ہیں کہ کل حضرت عمرؓ قتل ہوگئے اور آج ان کے لڑکے کو تلوار کے حوالے کردیا جائے۔

اس اختلاف رائے پر آپ نے قصاص کی سزا کو دیت میں تبدیل کردیا۔(۱۳۷)

مظالم کی سماعت کے متعلق آپ کا یہ بھی معمول تھا کہ آپ نماز سے پہلے مسجد نبوی میں بیٹھتے اور لوگوں سے ان کی حاجتیں سنتے اور ان کے متعلق احکام جاری کرتے(۱۳۸)

حج کے موقع پر آپ یہ اعلان بھی کرتے کہ جو شخص کسی ظلم کی اطلاع دے گا یا اچھا مشورہ دے گا اسے حکومت کی طرف سے سو دینار انعام ملے گا۔(۱۳۹)

عہد مرتضوی (۳۵ھ تا ۴۱ھ ـ ۶۵۶ء تا ۶۶۱ء)

خلفائے راشدین میں سے حضرت علیؓ کے دور میں مسلمانوں میں اختلافات بڑھ گئے۔ انہی اختلافات کی بناء پر بے انصافیاں ہونے لگیں۔ اس لیے حضرت علیؓ نے یہ ضرورت محسوس کی کہ مظالم سے متعلق مقدمات کی چھان بین کی جائے۔ چنانچہ الماوردی نے لکھا ہے۔

احتاج علی حین تاخرت امامته واختلط الناس
فیها و تجوروا الی فعل صرامته فی سیاسته والزیارة
یتقیظ فی الوصول الی غوامض الاحکام ' فکان اول
من سلک هذه الطریقةواستقل بها ولم یخرج
فیها الی نظر المظالم المحض لاستفا ئه عنه (۱۴۰)

حضرت علیؓ کے دور میں جب اختلافات بڑھ گئے اور بے انصافیاں ہونے لگیں تو اس قسم (مظالم) کے مقدمات کی چھان بین کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ سب سے پہلے آپ نے ہی اس طریقہ کو اختیار کیا اگرچہ زیادہ ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے آپ نے مستقل طور پر ایسے مقدمات کے لیے وقت متعین نہیں کیا تھا۔

خلفائے ثلاثہ کی طرح آپ اپنے دارالحکومت کوفہ میں مظالم سے متعلق مقدمات کی سماعت خود کرتے تھے۔

امام ابو عمرو عامر بن شراحیل ہمدانی (م ۱۱۰ھ) سے روایت ہے کہ دو شخص ایک بار ایک چور پکڑ کر آپ کے پاس لے آئے اور گواہی دی کہ اس نے چوری کی آپ نے ان کی شہادت پر اس چور کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ کچھ دیر بعد وہی گواہ ایک اور شخص کو لے آئے اور کہنے لگے کہ ہم نے پچھلی دفعہ غلطی کی تھی اصل چور یہ شخص ہے۔ اس پر آپ نے پہلے شخص کو ان گواہوں سے دیت دلوائی اور فرمایا اگر یہ ثابت ہوتا کہ تم نے یہ کام قصداً کیا ہے تو میں تم دونوں کے ہاتھ کٹوا دیتا (۱۴۱)

قارصہ ' قامصہ اور واقصہ تین لڑکیاں آپس میں کھیل رہی تھیں۔ کھیل کے دوران ایک کے اوپر دوسری اور دوسری پر تیسری سوار تھی نیچے والی نے کھیل کے دوران دوسری کو گرا دیا اور تیسری ا اس طرح گر پڑی کہ اس کی گردن ٹوٹ گئی آپ نے فیصلہ دیتے ہوئے پہلی اور دوسری پر دو ثلث دیت مقرر فرمائی اور تیسری لڑکی کو گردن ٹوٹنے کی وجہ سے دو ثلث ادا کی گئی۔ (۱۴۲)

ماوردی اور ابو یعلی کے مطابق خلفائے راشدین میں سے حضرت علیؓ نے اپنے عہد خلافت کے نصف آخر میں با قاعدہ دیوان المظالم کا عملی طور پر آغاز کیا۔ عہد رسالت اور خلفائے ثلاثہ

کے عہد میں اس محکمہ کو باقاعدہ قائم کرنے کی ضرورت ہی پیش نہ آئی ۔اس کی وجہ یہ تھی کہ ان ادوار میں انصاف پسندی کا غلبہ تھا اور لوگ وعظ و نصیحت سن کر مظالم سے باز رہتے تھے اور اگر کبھی تنازعہ ہو جاتا تو ان کا فیصلہ قاضی کر دیتا ۔عام لوگوں کے علاوہ اگر اکثر مزاج اعرابی سے بھی کوئی زیادتی ہو جاتی تو وہ بھی وعظ و سرزنش سے متاثر ہو جاتا ۔(۱۴۳)

مظالم کی سماعت کے لیے حضرت علیؓ نے کوئی دن یا وقت متعین نہیں کیا تھا بلکہ جس وقت آپ کے پاس کوئی شکایت آتی آپ اسی وقت اس کا فیصلہ کر دیتے۔(۱۴۴)

علامہ سیوطی نے لکھا ہے کہ ایک مقدمہ آپ کے پاس آیا اس نے اسی وقت ایک دیوار کے نیچے بیٹھ کر اس مقدمہ کی سماعت شروع کی ۔ ایک شخص نے کہا اے امیر المومنین! یہ دیوار گرنے کے قریب ہے آپ نے جواب دیا تم اپنا کام کرو اللہ تعالیٰ ہمارا نگہبان ہے۔آپ نے مدعی اور مدعا علیہ کے درمیان فیصلہ کیا اس کے بعد دیوار گر گئی۔(۱۴۵)

خلفاء ثلاثہ کی طرح آپ بھی عمال کر نگرانی میں بہت اھتمام کرتے ان کے امور حکومت کی تحقیقات کراتے اور ان کی غلطی کا تدارک فرماتے۔

منذر بن جارود (والی اصطخر) کے متعلق آپ کو معلوم ہوا کہ وہ فرائض منصبی میں غفلت برتتے ہیں تو آپ نے انہیں لکھا :۔

مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم فرائض چھوڑ کر سیر و شکار میں نکل جاتے ہو اور کتوں سے کھیلتے ہو اگر یہ درست ہے تو میں تمھیں اس کا بدلہ دوں گا ۔ تمھارے گھر کا جاہل بھی تم سے بہتر ہے چنانچہ اسے طلب کر کے معزول کر دیا گیا۔(۱۴۶)

بعض مواقع پر آپ کمشن مقرر کر کے عمال کے طرز عمل کی تحقیقات کراتے چنانچہ ایک بار کعب بن مالک انصاری کو عراق کے حکام کی تحقیقات پر مامور فرمایا اور یہ ہدایت کی کہ تم چند آدمیوں کو ساتھ لے کر عراق جاو اور ہر ضلع میں جا کر وہاں کے عمال کی تحقیقات کرو۔(۱۴۷)

ذمیوں کے ایک عامل عمرو بن مسلمہ جس کے متعلق آپ کو اس کی درشت مزاجی کی شکایت ملی ان کو آپ نے لکھا :۔

مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمھارے علاقے کے ذمی کسانوں کو تمھاری درشت مزاجی کی شکایت ہے اس میں کوئی بھلائی نہیں ہے تم کو سختی اور نرمی دونوں طریقوں سے کام لینا چاہیے لیکن سختی ظلم کی حد تک اور نرمی نقصان کی حد تک نہیں پہنچنی چاہیے ۔

ان پر جو مطالبہ ہو وہ وصول کرو لیکن ان کے خون سے اپنا دامن محفوظ رکھو۔(۱۴۸)

خلاصہ یہ کہ خلافت راشدہ میں رد مظالم کے سلسلہ میں یہ اقدامات کیے گئے

۱۔ دارالخلافہ میں خلیفہ خوداوراس کی طرف سے مقرر کردہ قاضی ' دیگر مقدمات کے علاوہ مظالم سے متعلق مقدمات کی سماعت کرتے جن کہ عمال حکومت کے خلاف مظالم سے متعلق شکایات خلیفہ ہی کو پیش کی جاتیں۔

۲۔ حج کے موقع پر تمام عمال حکومت کو عوام کے سامنے احتساب کے لیے پیش کیا جاتا۔

۳۔ عمال سے متعلق شکایات کی تحقیقات کے لیے حضرت محمد بن مسلمہؓ اور حضرت کعب بن مالکؓ کا تقرر عمل لایا گیا۔

۴۔ عمال کی تقرری کے وقت ان کو یہ ہدایات بھی دی جاتیں کہ مظالم کی سماعت کرو خواہ دن میں ایک گھنٹہ کے لیے ہی کیوں نہ ہو نیز اپنے دروازے پر دربان مقرر نہ کرنا تاکہ اہل حاجت اور مظلوم لوگ بلا روک ٹوک دادرسی حاصل کر سکیں ۔

۵۔ مظالم سے متعلق خصوصی قاضی کا تقرر عمل لایا گیا۔

۶۔ مظالم سے متعلق شکایات بلا تعین وقت اور بلا تعین مقام خلیفہ کو پیش کی جاسکتی تھیں۔

۷۔ اگرچہ عہد عثمانی تک حکومت کے متعدد دیوان تشکیل دیے گئے۔ لیکن مظالم کی سماعت کے لیے کوئی باقاعدہ دیوان وضع نہیں کیا۔ البتہ حضرت علیؓ نے اپنی خلافت کے نصف آخر میں دیوان المظالم کا باقاعدہ آغاز کر دیا تھا۔

حوالہ جات وحواشی

(۱) ابوالحسن علی ماوردی'الاحکام السلطانیہ'مکتبہ حلبی'مصر'۱۹۶۶ء'ص ۲۴۔
ابویعلی 'الاحکام السلطانیہ' مکتبہ حلبی'مصر'۱۹۶۶ء'ص ۷۳۔

(۲) فاروق نبہان'نظام الحکم فی الاسلام'کویت'۱۹۷۴ء ص ۶۶۷۔

(۳) ماوردی'الاحکام السلطانیہ'ص ۸۰۔ ۸۳'ابویعلی الاحکام السلطانیہ'ص ۷۷۔ ۷۸

(۴) ایضاً ۷۸۔ ۷۴۔

(۵) شہاب الدین نویری'نہایۃ الارب فی فنون الارب دارالکتب المصریہ'قاہرہ '۱۹۲۶ء
ج ۶'ص ۲۶۹۔

(۶) زبیدی'تاج العروس'المطبعۃ الخیریہ'مصر'۱۳۰۶'ج ۱۰۔ ص ۲۹۶

(۷) ابن منظور'لسان العرب'دار صادر' بیروت'۔ ۱۳۰۰ ھ'ج ۱۵۔ ص ۱۸۷

(۸) سورۃ بنی اسرائیل۔ ۲۳

(۹) ابن منظور'لسان العرب'ج ۱۵'ص ۱۸۷'زبیدی'تاج العروس'ج ۱۰'۲۹۶

(۱۰) سورۃ حم سجدہ :۱۲

(۱۱) راغب اصفہانی'المفررودات'انور محمد'کراچی'(ت ن)'ص ۴۰۶

(۱۲) سورۃ البقرہ ۔۲۰۰

(۱۳) زبیدی'تاج العروس'ج ۱۰'ص ۲۹۶

(۱۴) سورۃ طہ :۷۲

(۱۵) ابن منظور'لسان العرب 'ج ۱۵'ص ۱۸۷

(۱۶) ایضاً

(۱۷) زبیدی'تاج العروس'ج ۱۰' ص ۲۹۶

(۱۸) سورۃ المومن ۔۲۰

(۱۹) ابن خلدون'مقدمہ ابن خلدون۔(باب سوم۔ فصل اکتیس)مکتبہ تجاریہ فاس'مصر ۱۹۳۶ء
ص ۲۲۰

(۲۰) امام دار قطنی'سنن دار قطنی (کتاب الاقضیہ والاحکام)سید عبداللہ ہاشم'مدینہ منورہ
۱۹۶۶ء ج ۴۔ ص ۲۰۶

(۲۱) امام احمد، مسند احمد، دار الصادر، بیروت (ت۔ن) ج ۵ ص ۲۳۶، ۲۴۲
(۲۲) محمود احمد غازی، ادب القاضی، ادارہ تحقیقات اسلامی۔ اسلام آباد، ۱۹۸۲ء، ص ۱۰۷۔ ۱۱۷
(۲۳) ماوردی، الاحکام السلطانیہ، ص ۸۳، ابو یعلی الاحکام السلطانیہ۔ ص ۷۷
(۲۴) ابن منظور، لسان العرب بذیل مادہ؛ حسب؛ ج ۱ ص ۳۱۱
(۲۵) سورۃ رحمن: ۵
(۲۶) ابن منظور، لسان العرب، ج ۱، ص ۳۱۱، راغب، مفردات، ص ۱۱۶
(۲۷) ایضاً
(۲۸) ایضاً
(۲۹) امام ترمذی، جامع ترمذی (ابواب صفۃ القیمۃ) مکتبہ رحیمیہ، دیوبند، ۱۹۵۲ء، ج ۲ ص ۶۹
(۳۰) ابن منظور، لسان العرب، ج: ۱، ص: ۳۱۱
(۳۱) امام بخاری، الجامع الصحیح (کتاب الصوم) نور محمد، کراچی، ۱۹۳۸ء، ج: ۱، ص: ۲۵۵۔
(۳۲) ماوردی الاحکام السلطانیہ، ص: ۲۴۰، ابو یعلی الاحکام السلطانیہ، ص: ۲۸۴
(۳۳) محمد غزالی، احیاء علوم الدین، مطبعۃ العامرہ الشریفہ، مصر، ۱۳۲۶ھ، ج: ۲، ص: ۳۲۳
(۳۴) عبد الرحمٰن شیرزی، نھایۃ الرتبہ فی طلب الحسبہ، دار الثقافۃ، بیروت (ت۔ن) ص: ۶۔
(۳۵) محمد بن محمد ابن الاخوۃ، معالم القربۃ فی احکام الحسبہ، دار الفنون، کیمبرج، ۱۹۳۷ء، ص: ۷۔
(۳۶) ابن خلدون، مقدمہ (باب سوم، فصل اکتیس) ص: ۲۲۲۔
(۳۷) حاجی خلیفہ، کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون، مکتبہ المثنی، بیروت، ۱۹۴۱ء ج: ۱ ص: ۱۵۔
(۳۸) محمد مبارک، الدولۃ ونظام الحسبہ عند ابن تیمیہ، بحوالہ محمود غازی: اسلامی اقتدار کے تحفظ کے لیے ادارہ احتساب کی ضرورت؛ سہ ماہی مجلہ فکر و نظر ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد، ج: ۲۰ شمارہ: ۹۔ ۱۰ مارچ۔ اپریل ۱۹۸۳ء ص ۲۵۷۔
(۳۹) محمود احمد غازی، ادب القاضی، ص: ۴۷۷۔
(۴۰) ابن الاخوۃ، معالم القربۃ ص: ۱۱، ابو یعلی الاحکام السلطانیہ، ص: ۲۸۶۔ ۲۸۷۔
(۴۱) ماوردی، الاحکام السلطانیہ، ص: ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ابن الاخوۃ معالم القربۃ ص: ۱۱
(۴۲) جار اللہ زمخشری، الفائق فی غریب الحدیث، دار المعرفۃ، بیروت (ت۔ن)، ج: ۲، ص: ۲۳۸
(۴۳) ابن منظور، لسان العرب، ج: ۹، ص: ۳۰۲۔
(۴۴) ابن حجر، فتح الباری، دار النشر الکتب الاسلامیہ، لاہور، ۱۹۸۱ء ج: ۱۳، ص: ۱۳۵۔

امام قسطلانی' ارشاد الساری' المطبعہ الامیریۃ' بولاق' مصر' ۱۳۰۵ھ' ج: ۱۰' ص: ۲۲۷۔

(۴۵) زبیدی' تاج العروس' ج: ۵' ص: ۱۶۷۔

(۴۶) E. W, Lane , Arabic English Lexicon (Dictionary) Lahore.Islamic Book Centre , 1982, vol , 4 .P: 1533.

(۴۷) امام احمد بن حنبل' مسند احمد' ج: ۱' ص: ۴۳۵۔

(۴۸) کے۔ وی زیٹرسٹین: شرطہ: دائرہ معارف اسلامیہ' پنجاب یونیورسٹی' لاہور' ۱۹۷۸ء ج: ۱۱' ص: ۶۷۲۔

(۴۹)* عابد تہامی و آصف علی پوتا' کیا پولیس تشدد دور غلامی کی نشانی ہے۔: جمعہ میگزین روزنامہ جنگ لاہور' (۳۱/ اگست تا ۶ ستمبر ۱۹۹۰ء)۔ ص: ۴۔

(۵۰) ترمذی' جامع ترمذی (باب مناقب قیس بن سعد)' مکتبہ رحیمیہ' دیوبند' ۱۹۵۲ء ج: ۲' ص: ۲۲۷۔

(۵۱) اس جرم کی تفصیل کے متعلق حضرت معیر السعدی بیان کرتے ہیں کہ میں صبح سویرے اپنے گھوڑے کو پانی پلانے نکلا تو مسجد بنی حنیفہ کے پاس سے گذرا وہاں لوگ کہہ رہے تھے کہ مسیلمہ خدا کا رسول ہے اس پر میں نے حضرت عبداللہ مسعودؓ کو اس بات سے مطلع کیا آپ فوراً ان لوگوں کی گرفتاری کے لیے شرطہ روانہ کیے جنھوں نے ان کو گرفتار کیا۔ (احمد' مسند' ج: ۱' ص: ۴۰۴) امام دارمی' سنن دارمی' نشر السنہ' ملتان' ۱۹۶۶ء' ج: ۲' ص: ۱۵۳

(۵۲) امام احمد' مسند' ج: ۱' ص: ۴۰۴۔

(۵۳) شبلی نعمانی' الفاروق' مکتبہ رحمانیہ' لاہور (ت۔ن) ص: ۲۲۷۔

(۵۴) احمد عبدالرحمٰن الساعاتی' الفتح الربانی' دار الحدیث' قاہرہ' (ت۔ن) ج: ۱۶' ص ۳۶۔ امام احمد' مسند' ج: ۶' ص: ۴۰۵۔

(۵۵) ساجد الرحمٰن صدیقی' اسلام میں پولیس و احتساب کا نظام' مرکز تحقیق' دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری' لاہور' ۱۹۸۸ء ج: ۶' ص: ۴۹۔

(۵۶) احمد' مسند' ج: ۱ ص: ۱۵۰۔

(۵۷) امام مسلم نے اپنی روایت میں اس عامل الشرطہ کا نام ابوالھیاج حیان بن حصین اسدی نقل کیا ہے۔ (الجامع الصحیح: کتاب الجنائز' فصل فی تسویۃ القبر ؛ ج: ۱' ص: ۳۱۲۔

(۵۸) ابن قیم الجوزیہ' الطرق الحکمیہ فی السیاستہ الشرعیۃ' مطبعہ الاداب والمصریہ مصر' ۱۳۱۷ھ' ص: ۴۸۔۴۹

(۵۹) حسن ابراھیم حسن' تاریخ اسلام السیاسی والدینی والاجتماعی' داراحیاء التراث العربی' بیروت'
۱۹۶۲ء ج :۲' ص :۲۷۱۔۲۷۲۔
(۶۰) آدم متز' الحضارۃ الاسلامیہ' دارالفکر' بیروت' ۱۹۷۳ء ج :۱' ص :۴۲۷
Robert & Clarcence . The world Book Dictionary Ed. by (۶۱)
Cl, Barnhart, London , world book co. 1976, vol 2 .:P:1612.
Writer not mmtioned "Police " Everyman Encyclopedia , London (۶۲)
J.M. Dent & Sons 1978, vol :9,:645.
Noah Webster , Twentieth Century Dictionary of the English (۶۳)
U.S.A. Semon and Schuster (N .D.) vol .2 P: 1915
Ibid. (۶۴)
(W.N.M) " Police " Everyman Encylopedia vol 9.P:645-47 (۶۵)
Ibid. (۶۶)
David J Bordua "Police " International Encyclopedia of the (۶۷)
Social Sciences , London , The Macmillan Co. 1972 vol,12.
P:175.
Robert & Clarencel , The World Book Dictionary , vol,2.p:1612 (۶۸)
George Felkence , "police " The World Book Encyclopedia (۶۹)
London , World Book Co, 1988, vol 5, P:21.
Ibid . (۷۰)
O.W. Willson , Police Adminstration, New York , Mc. Graw (۷۱)
Hill Book Co, 1977, P: 8.
Ibid. (۷۲)
(۷۳) مجموعہ قوانین پولیس' لاء پبلشنگ کمپنی' لاہور' ۱۹۷۸ء ص : ۸۵۳۔
(۷۴) محمد بن یوسف کندی' کتاب الولاۃ والقضاۃ' مطبع الاٰبا الیسوعین' بیروت' ۱۹۰۸ء ص : ۵۳۔
(۷۵) جدید پولیس میں رعایا کے لحاظ سے کوئی درجہ بندی نہیں البتہ امراء' عمائدین حکومت اور
اعلی سرکاری افسران وسیاسی لیڈروں کے لیے پولیس کے اعلی افسران کی خدمات لی جاتی ہے۔
(۷۶) محمود عرنوس تاریخ القضاء فی الاسلام' المطبعۃ المصریہ' قاہرہ' ۱۹۳۴ء ص :۲۶۔

(۷۷) Police Rules 1937, Lahore Book House , (N.D.) vol .3 , P: 237.

(۷۸) Ibid

(۷۹) جیسے انڈیا کی :را :اور روس کی :کے۔جی۔ بی۔ :ایجنسی ہے۔

(۸۰) محمد شفیق 'ذاتی انٹرویو 'ڈپٹی ڈائریکٹر سپیشل پولیس 'لاہور '۳۱۔دسمبر ۱۹۹۰ء۔

(۸۱) اعجاز اکرم ذاتی انٹرویو 'ایس پی کرائمنز 'لاہور '۳۱۔دسمبر ۱۹۹۰ء۔

(۸۲) پولیس رولز ۱۹۳۷ء جلد '۳ 'ص :۵۷۳۔۵۷۵۔

(۸۳) پولیس رولز '۱۹۳۷ء جلد :۳ 'ص :۲۳۹۔۲۴۰۔

(۸۴) محمد شفیق 'ڈپٹی ڈائریکٹر (ذاتی انٹرویو) سپیشل پولیس 'لاہور '۳۱۔دسمبر ۱۹۹۰ء۔

(۸۵) ایضاً

(۸۶) ابن کثیر 'البدایہ والنھایہ 'المکتبہ قدوسیہ 'لاہور '۱۹۸۴ء ج :۷ 'ص :۱۸

(۸۷) طبری 'تاریخ طبری 'دارالمعارف 'مصر '۱۹۶۶ء ج :۳ ص :۴۲۸۔

(۸۸) ابن کثیر 'البدایہ 'ج :۷ 'ص :۱۳۰۔

(۸۹) بخاری 'الجامع الصحیح (کتاب المحاربین 'باب (رجم الحبلی من الزنا اذا احصنت)ج : ۲ 'ص :۱۰۰۹۔ مسند احمد کی روایت میں حضرت عمرؓ کے یہ الفاظ نقل کیے گئے ہیں

فمن بایع امیراً عن غیر مشورة المسلمین فلا بیعة له ولا بیعة للذی بایعه ؛ جس شخص نے مسلمانوں کے مشورے کے بغیر کسی امیر کی بیعت کی اس کی کوئی بیعت نہیں اور نہ اس شخص کی کوئی بیعت ہے جس سے اس نے بیعت کی (ج :۱ 'ص :۵۶) ایک اور روایت میں حضرت عمرؓ کے یہ الفاظ مروی ہیں :من دعی الی امارة غیر مشورة فلا یحل له ؛ جس شخص کو مشورے کے بغیر اجازت دی جائے۔

اس کے لیے اس کا قبول کرنا حلال نہیں (ابن حجر 'فتح الباری 'دار النشر الکتب الاسلامیہ) لاہور '۱۹۸۱ء 'ج :۱۲ 'ص :۱۵۴۔

(۹۰) ابن کثیر 'البدایہ 'ج :۷ 'ص '۱۴۴۔

(۹۱) ابن قتیبہ 'الامامتہ والسیاستہ دارالمعرفتہ 'بیروت ۱۹۷۳ء 'ج :۱ 'ص :۴۷۔

(۹۲) طبری 'تاریخ طبری 'ج :۴ 'ص :۴۲۷۔

(۹۳) طبری 'تاریخ طبری 'ج :۴ 'ص :۴۲۸۔

(۹۴) مسعودی 'مروج الذهب 'دارالاندلس 'بیروت '۱۹۶۵ء ج :۲ 'ص :۴۱۳۔

(۹۵) جلال الدین سیوطی، تاریخ الخلفاء، نور محمد، کراچی (ت۔ن) ص: ۱۴۶۔

(۹۶) احمد بن حنبل، المسند، ج: ۵، ص: ۲۲۰۔

(۹۷) محمود بن محمد بن عرنوس، تاریخ القضاء فی الاسلام، ص: ۱۹

(۹۸) جلال الدین سیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۷۸۔

(۹۹) ایضاً

(۱۰۰) محمد حسین ھیکل، ابو بکر الصدیق، مکتبۃ النھضۃ المصریہ، قاہرہ، ۱۳۶۲ھ: ص: ۳۶۹۔

(۱۰۱) عباس محمود العقاد، العبقریات الاسلامیہ، طبع اولی، دار الادب، بیروت، ۱۹۶۶ء ص: ۳۴۴۔

(۱۰۲) طٰہ حسین، حضرت ابو بکر صدیقؓ و حضرت فاروق اعظمؓ ترجمہ حسن عطاء، نفیس اکیڈیمی کراچی، ۱۹۶۳ء ص: ۹۹۔

(۱۰۳) امام مالک، موطا (کتاب السرقہ، باب جامع القطع) میر محمد کتب خانہ، کراچی (ت۔ن) ص: ۶۹۰

جلال الدین سیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۷۹۔

(۱۰۴) شبلی نعمانی، الفاروق، ص: ۱۸۱۔

(۱۰۵) ان صوبوں کے نام یہ ہیں، کوفہ، بصرہ، حمص، شام، مصر، یمن، عمان، مکہ، صنعاء، بحرین اور جند۔

(۱۰۶) ابن خلدون، مقدمہ (باب سوم، فصل ۳۱) ص: ۲۲۰۔

(۱۰۷) محمد حسین ھیکل، الفاروق عمرؓ ج: ۲ ص: ۲۲۷۔

(۱۰۸) شبلی نعمانی، الفاروق، ص ۲۲۷۔

(۱۰۹) ابن خلدون، مقدمہ، ص: ۲۲۰۔

(۱۱۰) طٰہ حسین، ابو بکر صدیقؓ و فاروق اعظمؓ، ص: ۲۰۱۔

(۱۱۱) ابن قتیبہ المعارف، دار المعارف، مصر، ۱۹۶۹ء ص: ۱۸۸۔

(۱۱۲) شاہ ولی اللہ، ازالۃ الخفاء، ترجمہ، اشتیاق احمد، قدیمی کتب خانہ، کراچی (ت۔ن)۔ ج: ۴ ص: ۴۷۸۔۴۷۹۔

(۱۱۳) ابن قتیبہ، المعارف، ص ۳۳۴۔

(۱۱۴) شبلی نعمانی، الفاروق، ص: ۳۰۲۔۳۰۳۔

(۱۱۵) محمد بن یوسف کندی، کتاب الولاۃ و کتاب القضاۃ ص: ۳۰۵۔

(۱۱۶) محمود بن محمد عرنوس، تاریخ القضاء فی الاسلام، ص: ۲۵۔

(۱۱۷) ابن الاثیر 'اسد الغابہ ' المکتبہ الاسلامیہ 'تہران '(ت۔ن) ج: ۴'ص: ۳۳۰۔
عبدالحی کتانی 'التراتیب الاداریہ 'دارالفکر 'بیروت (ت۔ن) ج: ۱'ص ۲۶۷۔

(۱۱۸) شبلی نعمانی 'الفاروق '۲۰۳۔

(۱۱۹) قاضی ابو یوسف 'کتاب الخراج 'مطبعۃ الامیریہ بولاق '۱۳۹۴ھ ص: ۱۲۶۔

(۱۲۰) شاہ ولی اللہ 'ازالۃ الخفاء 'ج: ۳: ص: ۲۲۲۔

(۱۲۱) جرجی زیدان 'تاریخ التمدن الاسلامی 'دارالحلال 'بیروت (ت۔ن) ج: ۲'ص: ۲۷۔

(۱۲۲) شاہ ولی اللہ 'ازالۃ الخفاء ': ۳ص: ۲۱۴۔

(۱۲۳) ابن جوزی عبدالرحمٰن بن علی 'تاریخ عمر بن خطابؓ 'ترجمہ شاہ حسن عطاء 'نفیس اکیڈمی
کراچی '۱۹۸۳ء 'ص: ۱۹۳۔۱۹۴۔

(۱۲۴) شاہ ولی اللہ ' ازالۃ الخفاء 'ج: ۳'ص: ۲۲۷۔

(۱۲۵) ابو یوسف 'کتاب الخراج 'ص: ۱۲۵۔

(۱۲۶) ابن جریر طبری 'تاریخ طبری 'دارالمعارف 'مصر '۱۹۶۶ء 'ج: ۴'ص: ۱۶۵۔۱۶۶۔

(۱۲۷) شبلی نعمانی 'الفاروق 'ص: ۲۰۱۔

(۱۲۸) ابوبکر بن محمد طرطوشی 'سراج الملوک 'طبع اولی 'المطبعۃ الازھریہ 'مصر '۱۳۱۹ھ 'ص: ۱۲۴
عبدالحی کتانی 'التراتیب الاداریہ 'ج: ۱'ص: ۲۶۷۔۲۶۸۔

(۱۲۹) ابن ابی الحدید۔ شرح نہج البلاغہ 'دارالکتب الحیاۃ 'بیروت '۱۹۶۳ء 'ج: ۳'ص: ۷۵۸۔

(۱۳۰) ایضاً 'ص: ۷۹۱۔
ابن الاثیر 'الکامل فی التاریخ 'دار صادر 'بیروت '۱۹۶۶ء 'ج: ۳'ص: ۳۰۔

(۱۳۱) ابو یوسف 'کتاب الخراج 'ص: ۱۲۴۔

(۱۳۲) شبلی نعمانی 'الفاروق 'ص: ۳۰۲۔

(۱۳۳) ابن جریر طبری 'تاریخ طبری 'ج: ۴'ص: ۲۵۲۔

(۱۳۴) ابن الاثیر 'الکامل 'ج: ۳'ص: ۵۷۔

(۱۳۵) ابن الاثیر 'الکامل 'ج: ۳'ص: ۳۷۔

(۱۳۶) طبری 'تاریخ طبری 'ج: ۴'ص: ۳۹۷۔

(۱۳۷) ابن الاثیر 'الکامل 'ج: ۳'ص: ۳۹۔

(۱۳۸) ابن کثیر 'البدایہ والنھایہ ' 'ج: ۷'ص: ۲۱۵۔

(۱۳۹) ابوالحسن علی ندوی، تاریخ دعوت وعزیمت، مجلس نشریات اسلام، کراچی،
۱۹۷۶ء، ج:۱، ص:۵۱۔
(۱۴۰) ماوردی، الاحکام السلطانیہ، ص:۷۸۔
(۱۴۱) علاوالدین علی متقی، کنزالعمال، (حدیث نمبر ۱۴۹۳۰)، موسستہ الرسالتہ، بیروت،
۱۹۷۹ء، ج:۵، ص:۵۵۳۔
(۱۴۲) ماوردی، الاحکام السلطانیہ، ص:۷۸۔
(۱۴۳) ماوردی، الاحکام السلطانیہ، ص:۷۷۔
ابویعلی، الاحکام السلطانیہ، ص:۷۴۔
(۱۴۴) صبحی صالح، النظم الاسلامیہ، دارالعلم للملایین، بیروت، ۱۹۶۸ء، ص:۳۲۶۔
عمر رضا کحالہ، مباحث اجتماعیہ فی عالم العرب والاسلام، دمشق، ۱۹۷۴ء، ص:۲۳۶۔
(۱۴۵) جلال الدین سیوطی، تاریخ الخلفاء، ص:۱۳۷۔
(۱۴۶) یعقوبی، تاریخ یعقوبی، ج:۲، ص:۲۴۰۔
(۱۴۷) امام ابویوسف، کتاب الخراج، ص:۱۲۸۔
(۱۴۸) یعقوبی، تاریخ یعقوبی، ج:۲، ص:۲۳۹۔